تنظیم اسلامی کا ترجمان

19

ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

www.tanzeem.org

یکم تا ۷ رمضان المبارک 1440ھ / 7 تا 13 مئی 2019ء

انسانی اخوت و مساوات پر قائم معاشرہ

ایچ جی ویلز اسلام کا بدترین دشمن تھا۔ اس نے حضورﷺ کی سیرت طیبہ پر سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین سے کہیں زیادہ زہریلے جملے کہے۔ اس نے اپنی کتاب "A Concise History of the World" میں حضورﷺ کے خطبہ حجۃ الوداع کے مندرجہ ذیل الفاظ کا حوالہ دے کر خراجِ تحسین پیش کی ہے۔

((يَا اَيُّهَا النَّاسُ! اَلَا اِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ وَاِنَّ اَبَاكُمْ وَاحِدٌ ' اَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى اَعْجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلٰى عَرَبِيٍّ وَلَا لِاَحْمَرَ عَلٰى اَسْوَدَ وَلَا اَسْوَدَ عَلٰى اَحْمَرَ اِلَّا بِالتَّقْوٰى)) (مسند احمد' ح ۲۲۹۷۸)

''لوگو! آگاہ ہو جاؤ' یقیناً تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے۔ خبردار! نہ کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت حاصل ہے اور نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر۔ اور نہ کسی گورے کو کسی کالے پر کوئی فضیلت حاصل ہے اور نہ کسی کالے کو کسی گورے پر۔ فضیلت کی بنیاد صرف تقویٰ ہے۔''

ایچ جی ویلز اگرچہ عیسائی تھا' لیکن خطبہ حجۃ الوداع کا حوالہ دینے کے بعد وہ یہ اعتراف کرنے پر اپنے آپ کو مجبور پاتا ہے:

''اگرچہ انسانی اخوت' مساوات اور حریت کے وعظ تو دنیا میں پہلے بھی بہت کہے گئے تھے اور ایسے وعظ ہمیں مسیح ناصری کے ہاں بھی بہت ملتے ہیں' لیکن یہ تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ یہ محمد (ﷺ) ہی تھے جنہوں نے تاریخ انسانی میں پہلی بار ان اصولوں پر ایک معاشرہ قائم کیا۔''

رسولِ انقلاب کا طریقِ انقلاب

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اس شمارے میں

مذہب کی نہیں اسلام کی ریاست سے بے دخلی

استقبالِ رمضان اور اس کے تقاضے

وزیر اعظم کا دورۂ ایران اور سری لنکا بم دھماکے

تھا جو نا خوب......

خاص ہے ترکیب میں......

اسلامی تہذیب کی بقا، ہر مسلمان کی ذمہ داری

اپنا انجام سوچ لو، مکافاتِ عمل ضرور ہوگا!

سُوْرَۃُ الْاَنْبِیَآءِ — بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — آیات:108،

قُلْ اِنَّمَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰـھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ۚ فَھَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُکُمْ عَلٰی سَوَآءٍ ؕ وَاِنْ اَدْرِیْٓ اَقَرِیْبٌ اَمْ بَعِیْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۹﴾

آیت ۱۰۸ ﴿قُلْ اِنَّمَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰـھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ۚ فَھَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۸﴾﴾ ’’(اے نبی ﷺ!) آپ ان کو بتایئے کہ میری طرف تو یہی وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود بس ایک ہی معبود ہے‘ تو کیا تم (اس کی) فرمانبرداری اختیار کرتے ہو؟‘‘

آیت ۱۰۹ ﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُکُمْ عَلٰی سَوَآءٍ ؕ﴾ ’’پھر اگر یہ لوگ منہ موڑ لیں تو کہہ دیجیے کہ میں نے تو تم سب کو یکساں طور پر خبردار کر دیا ہے۔‘‘

میں نے تم سب لوگوں تک برابر اللہ کا پیغام پہنچا دیا ہے۔ میں نے تمہارے سرداروں پر بھی اتمام حجت کر دیا ہے اور عوام کے سامنے بھی حق واضح انداز میں پیش کر دیا ہے۔ الغرض تمہارے معاشرے کا کوئی چھوٹا‘ کوئی بڑا‘ کوئی امیر اور کوئی غریب فرد ایسا نہیں جس تک میری یہ دعوت نہ پہنچی ہو۔ لہٰذا جو کام اللہ نے میرے ذمے لگایا تھا میں نے اپنی طرف سے اس کا حق ادا کر دیا ہے۔

﴿وَاِنْ اَدْرِیْٓ اَقَرِیْبٌ اَمْ بَعِیْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۹﴾﴾ ’’اور میں نہیں جانتا کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے وہ قریب ہے یا دُور۔‘‘

تم لوگوں کو جو وعید سنائی جا رہی ہے‘ جس عذاب یا قیامت کے وقوع پذیر ہونے سے متعلق تم لوگوں کو خبردار کیا جا رہا ہے‘ اس کے بارے میں کوئی ’’ٹائم ٹیبل‘‘ میں تم لوگوں کو نہیں دے سکتا۔ میں نہیں جانتا کہ اللہ کا وہ وعدہ کب پورا ہوگا‘ البتہ یہ بات طے ہے کہ اپنے کرتوتوں کے نتائج و عواقب بہرحال تم لوگوں کو بھگتنے ہوں گے۔

قرآن و حدیث میں جابجا قیامت اور آثارِ قیامت کے بارے میں اشارے ملتے ہیں۔ آثار و قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ وقت اب زیادہ دور نہیں‘ لیکن اس کے وقوع کے بارے میں قطعی علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

فرمان نبویؐ

کشت و خون کا دور

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((یَتَقَارَبُ الزَّمَانُ وَیُقْبَضُ الْعِلْمُ وَتَظْھَرُ الْفِتَنُ وَیُلْقَی الشُّحُّ وَیَکْثُرُ الْھَرْجُ، قَالُوْا وَمَا الْھَرْجُ؟ قَالَ اَلْقَتْلُ))

(رواہ البخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’(وقت آئے گا) زمانہ قریب قریب ہو جائے گا، اور علم اُٹھا لیا جائے گا اور فتنے نمودار ہوں گے، اور (انسانی طبیعتوں اور دلوں میں) بخل ڈال دیا جائے گا، اور بہت ہرج ہوگا۔‘‘ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہرج کا کیا مطلب؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’(اس کا مطلب ہے) کشت و خون۔‘‘

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

مذہب کی نہیں اسلام کی ریاست سے بے دخلی

بیسویں صدی عیسوی کے اوائل میں خلافت اسلامیہ کا خاتمہ ہوا اور ایک عرصہ ہوا وطنیت‘ آئین اور پارلیمنٹ کا تصور بھی پروان چڑھایا جا چکا تھا۔ مسلم خطوں میں بھی اس تصور کو پروان چڑھانے کے لیے خصوصی طور پر اہتمام کیا گیا۔ اگر تاریخ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ مغربی استعمار نے نوآبادیات میں لوگوں کو ایک طرف معاشی طور پر بدحال کر کے اور دوسری طرف مادّی ترقی کی چکاچوند کے تاثر سے اپنا طرزِ زندگی اختیار کرنے کے لیے مجبور کیا اور جب تک ان معاشروں میں انہی کی طرح کی ایک ایلیٹ کلاس نے جنم نہیں لے لیا انہوں نے وہاں سے اپنا قبضہ ختم نہیں کیا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ افریقہ سے لے کر انڈونیشیا تک مغربی استعماری قوتیں جہاں جہاں سے بھی نکلتی گئیں وہاں یا تو مغرب ساختہ جمہوری طرزِ حکومت مسلط کر دی گئی‘ یا پھر جہاں عوام شعوری طور پر اس نظام کے لیے تیار نہیں تھے وہاں مغرب نواز بادشاہتیں قائم کر دی گئیں۔ دونوں صورتوں میں اقتدار کی منتقلی زیادہ تر انہی عناصر کو کی گئی جو انہی کے تربیت یافتہ اور انہی کی طرح کا طرزِ زندگی اختیار کیے ہوئے تھے۔ اس ایلیٹ کلاس کو مغرب سے ایک ریاست‘ ایک پارلیمنٹ اور ایک آئین کا جو تصور ورثے میں ملا تھا اس کو اس کلاس کی مغرب نوازی نے مزید پروان چڑھایا۔ یہاں تک کہ اسلامی نظامِ سیاست کا تیرہ سو سالہ تصور محو ہوتا چلا گیا۔ رہی سہی کسر اس کلاس کے کٹھ پتلی حکمرانوں کی حرصِ اقتدار اور مغرب نواز پالیسیوں نے پوری کر دی اور اس بات کا پورا اہتمام کر دیا گیا کہ اسلام کو ریاست کے قریب پھٹکنے بھی نہ دیا جائے۔

پھر جدید ریاست اور اسلام کی جنگ میں ایک نیا موڑ آتا ہے‘ جب بعض مسلم خطوں میں احیائے اسلام کی تحریکیں از سرِنو نفاذِ اسلام کی جدوجہد کا آغاز کرتی ہیں اور بعض اسلامی ممالک قدرتی وسائل کی بناء پر ثروت مندی اور استحکام حاصل کرتے ہیں تو انہیں عدم استحکام کا شکار کرنے اور اُبھرتی ہوئی اسلامی نظام کی تحریکوں کو بدنام کرنے کے لیے مغرب کو دہشت گرد تنظیموں کی ضرورت پڑتی ہے۔ چنانچہ اس مرحلے پر بھی ایلیٹ کلاس ریاست اور اسلام کی اس جنگ میں مغرب کے فرنٹ لائن اتحادی کے طور پر نظر آتی ہے اور دہشت گردی کے نام پر اسلام کو بدنام کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتی۔ موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے مغرب اسلامی نظام کی تحریکوں کا ناطہ شدت پسندی اور دہشت گردی سے جوڑ کر انہیں کچلنے‘ مسلنے اور ان کا راستہ مسدود کرنے کا بیڑا اُٹھاتا ہے تو یہ ایلیٹ کلاس آگے بڑھ کر مغرب کے ایجنڈے پر عمل درآمد کو یقینی بناتی ہے۔ چنانچہ مصر میں الاخوان المسلمین کی تحریک کو کچلنے کا معاملہ ہو یا افغان طالبان پر چڑھائی کا‘ ایلیٹ کلاس درندگی میں مغرب کو بھی پیچھے چھوڑ گئی۔

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان‘ نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

یکم تا ۷ رمضان المبارک 1440ھ — جلد 28
7 تا 13 مئی 2019ء — شمارہ 19

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد‘ طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس‘ ریلوے روڈ‘ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
”دارالاسلام“ ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 79-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے‘ ماڈل ٹاؤن‘ لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 15 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک 600 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا (2000 روپے)
یورپ‘ ایشیا‘ افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ‘ کینیڈا‘ آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ‘ منی آرڈر یا پے آرڈر
”مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن“ کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

”ادارہ“ کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اسلام کو ریاست سے دور رکھنے کے لیے مغربی معالجوں نے لبرل ازم کا (بے دینی' بے حیائی اور فحاشی کا مرکب) معجون بطور نسخہ تجویز کیا تو ایلیٹ کلاس نے اسے اکسیرِ اعظم کے طور پر ہاتھوں ہاتھ لیا اور میڈیا کے میٹھے مشروب میں گھول کر اپنے معاشرے میں انڈیلنے میں دیر نہیں لگائی' بلکہ احتیاطی تدابیر کے طور پر اسلامی انقلابی راہنماؤں کی تصانیف سے استفادہ سے مکمل پرہیز عالمِ اسلام کے لیے لازمی قرار دے دیا گیا۔ چنانچہ جون 2015ء میں مصر میں الاخوان المسلمین کے راہنماؤں حسن البناء' سید قطب اور یوسف القرضاوی سمیت کئی دوسرے راہنماؤں کی کتب کو اس خدشے کی بنا پر کہ یہ کتب نوجوان نسل کے ذہنوں کو ''خراب'' کرنے اور انہیں انتہا پسندی کی طرف لے جانے کا موجب بن سکتی ہیں' ضبط کر لیا گیا اور ان کی اشاعت پر پابندی لگا دی گئی۔ دسمبر 2015ء میں سعودی عرب میں بھی حسن البناء' سید قطب' یوسف القرضاوی اور مولانا مودودی کی کتب پر پابندی عائد کر دی گئی۔

ایلیٹ کلاس کی بدقسمتی یہ ہے کہ ان اسلامی انقلابی راہنماؤں کی فہرست میں مصورِ پاکستان علامہ اقبال بھی شامل ہیں' جو ریاست اور مذہب کی جنگ میں واضح طور پر مذہب کے نہ صرف طرفدار ہیں بلکہ ملت سے اس ضمن میں پُرزور اپیل بھی کرتے نظر آتے ہیں۔

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے
بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے
اسلام ترا دیس ہے تو مصطفوی ہے

مارچ 1938ء میں علامہ اقبال ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

''میں نظریۂ وطنیت کی تردید اس زمانہ سے کر رہا ہوں جبکہ دنیائے اسلام اور ہندوستان میں اس نظریہ کا کچھ ایسا چرچا بھی نہ تھا۔ مجھ کو یورپین مصنفوں کی تحریروں سے ابتدا ہی سے یہ بات اچھی طرح معلوم ہو گئی تھی کہ یورپ کی دلی اغراض اس امر کی متقاضی ہیں کہ اسلام کی وحدتِ دینی کو پارہ پارہ کرنے کے لیے اس سے بہتر کوئی حربہ نہیں کہ اسلامی ممالک میں نیرنگی نظریۂ وطنیت کی اشاعت کی جائے۔ چنانچہ ان لوگوں کی یہ تدبیر جنگ عظیم (اول) میں کامیاب ہو گئی۔''

آگے چل کر وہ لکھتے ہیں:

''اگر بعض مسلم علماء اس فریب میں مبتلا ہیں کہ دین اور وطن بحیثیت ایک سے اسی تصور کے یکجا رہ سکتے ہیں تو میں مسلمانوں کو ہر وقت انتباہ کرتا ہوں کہ اس راہ سے آخری مرحلہ اول تو لادینی ہوگی اور اگر لادینی نہیں تو اسلام کو محض ایک اخلاقی نظریہ سمجھ کر اس کے اجتماعی نظام سے لاپرواہی۔''

اب ایلیٹ کلاس علامہ اقبال کی شاعری پر پابندی تو لگانے سے رہی' لیکن یومِ اقبال پر سرکاری تعطیل ختم کر دی گئی تا کہ اس توسط سے عوام کے دل و دماغ میں اقبال کے انقلابی نظریات کی یاد تازہ نہ ہونے پائے اور اس کے ساتھ ہی دجالی میڈیا اور مغرب کے وظیفہ خوار نام نہاد دانشوروں نے اقبال کو لبرل اور سیکولر ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگانا شروع کر دیا۔ گویا ریاست اور اسلام کی اس جنگ میں ایلیٹ کلاس نے مغرب کا ساتھ دینا ہی دینا ہے' چاہے حقائق اور نتائج کچھ بھی ہوں۔ چاہے اس کے لیے مدرسوں کا نصاب بدلنا پڑے' چاہے تبلیغی' اصلاحی' دینی اور انقلابی جماعتوں پر پابندی عائد کرنا پڑے۔ جیسا کہ مصر میں الاخوان المسلمین کے اوپر پابندی عائد کی جا رہی ہے حالانکہ وہ باقاعدہ سیاسی انتخابی نظام کا حصہ بن کر حکومت میں آئی تھی۔

ایک چبھتا ہوا سوال یہ ہے کہ ریاست کی مذہب کے خلاف یہ جنگ صرف اسلامی دنیا تک کیوں محدود ہے؟ غیر اسلامی دنیا میں تو مذہب ریاست پر حاوی ہو رہا ہے۔ ٹھیک اسی زمانہ میں جب اسلامی دنیا میں سیکولر ریاست کا تصور انجیکٹ کیا جا رہا تھا دوسری طرف مذہب کی بنیاد پر اسرائیل کی بنیاد رکھی جا رہی تھی اور آج وہ اسرائیل ایک مکمل طور پر یہودی ریاست بن چکا ہے جس میں حالیہ جیوش نیشن سٹیٹ لاء کے بعد تمام حقوق صرف یہودیوں کو حاصل ہوں گے جبکہ عرب مسلمان درجہ دوئم کے شہری ہوں گے۔ یعنی ان کی حیثیت غلاموں کی سی ہو گی۔

بھارت میں بھی ہزاروں مسلمانوں کو زندہ جلانے والا نریندر مودی بابری مسجد کو شہید کرنے اور مسلمانوں کا ''گھر واپسی'' کے نام پر جبراً مذہب تبدیل کرانے والی ہندو انتہا پسند جماعت بی جے پی کے کندھے پر سوار ہو کر بھارت کا وزیراعظم بن جاتا ہے اور اب اسی بی جے پی کے منشور کے مطابق بھارت بھی کٹر ہندو ریاست میں تبدیل ہو رہا ہے' جس میں ووٹ کا حق صرف ہندوؤں کو حاصل ہو گا جبکہ غیر ہندو درجہ دوم کے شہری ہوں گے۔ بی جے پی کی مذہبی انتہا پسندی کا اندازہ اس کے راہنماؤں کے حالیہ نعرے سے خوب لگایا جا سکتا ہے کہ:

"Vote for BJP if you want to destroy Muslims."

پوری دنیا میں سیکولرازم اور جمہوریت کے ٹھیکیدار امریکہ کو ہی لیجیے ڈونلڈ ٹرمپ تعصب' انتہا پسندی اور مسلمان دشمنی کی تمام حدوں کو پار کرنے کے باوجود امریکہ کا صدر بن بیٹھا ہے۔ ظاہر ہے کہ اسے امریکی عوام کی حمایت حاصل ہے تو اسی لیے وہ صدر ہے۔ حالانکہ خاص طور پر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف تعصب اور دشمنی اس کی ذاتی نہیں بلکہ یہ اس کی پارٹی کا بھی منشور ہے۔ اس حقیقت کا انکشاف BBC جیسے مستند ذرائع نے بھی کھل کر اس وقت کیا جب ٹرمپ الیکشن میں حصہ لے کر صدر امریکہ بننے جا رہا تھا۔ اس وقت بی بی سی نے لکھا:

''ڈونلڈ ٹرمپ کی پارٹی کے لیڈر کہتے ہیں شام اور عراق میں اتنے بم برساؤ کہ زمین فلیٹ ہو جائے۔ یعنی بچے' بوڑھے' بے گناہ بھی اگر اس کی زد میں آئیں تو اس کی پروا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ٹرمپ تمام مسلمانوں کو کچھ وقت کے لیے امریکہ میں گھسنے سے روکنے کی بات کرتے ہیں تو بس ڈگری کا فرق ہے کہ ٹرمپ وہی باتیں لاؤڈ سپیکر پر بول رہے ہیں جو پارٹی کئی بار سرگوشی کے انداز میں کہتی رہی ہے۔''

حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کے لیے غیر مسلم دنیا کی ہر جماعت شیوسینا ہے

اور ہر لیڈر مودی، ٹرمپ اور نیتن یاہو جیسے عزائم رکھتا ہے' لیکن نہ تو کسی ایسے لیڈر پر انتہا پسندی اور شدت پسندی کے الزامات لگتے ہیں اور نہ ایسی جماعتوں اور تنظیموں پر پابندیاں عائد ہوتی ہیں ۔ یہودیوں کا ظلم و جبر' برما میں مسلمانوں کی نسل کشی، مغرب میں اسلامی شعائر اور ناموسِ رسالت پر رکیک حملے' مسلمانوں کے خلاف منظم مظاہرے، ذرا پیچھے جائیں تو نائن الیون کے بعد صلیبی جنگوں کے دوبارہ آغاز کا اعلان اور دہشت گردی کے نام پر مسلمانوں کی نسل کشی' افغانستان' عراق میں شہریوں پر بموں کی بارش' کیا یہ سب مذہبی تعصب کی بنیاد پر نہیں تھا؟ لیکن پابندیاں صرف اسلامی ، انقلابی جماعتوں پر اور ریاست کو مذہب سے دور کرنے کی پالیسی صرف مسلم ممالک کے لیے ہیں۔ گویا ریاست سے بے دخلی صرف اسلام کی گئی ہے۔

ان حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے ثابت ہوتا ہے کہ جسے ہم آج تک مذہب اور جدید ریاست کی جنگ سمجھتے رہے ہیں وہ درحقیقت ریاست اور اسلام کی جنگ ہے اور اس کا سب سے بڑا مقصد صرف اتنا ہے کہ اسلام کا نظامِ عدلِ اجتماعی دوبارہ اُبھر کر کہیں سرمایہ دارانہ نظام کے سامنے کھڑا نہ ہو جائے۔ اگر دنیا کے کسی خطے میں اسلامی نظام عملاً نافذ ہو گیا اور انسانیت اس کے فطری ثمرات سے مطلع ہو گئی تو مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام کا دجل و فریب اور استحصال سامنے آجائے گا۔ جیسا کہ صرف چھ سالہ امارتِ اسلامی افغانستان کے دوران محض تنقیدی جائزہ' جاسوسی اور دیگر عزائم لے کر آنے والے کئی ایجنٹ اور صحافی متاثر ہو کر مسلمان ہو گئے اور واپس جا کر اپنے ہی معاشرے اور نظام کے ناقد بن گئے۔ لہٰذا اسی خطرے کے پیش نظر کہیں مصر میں اسلامی حکومت کا تختہ اُلٹ دیا جاتا ہے تو کہیں افغانستان میں امارتِ اسلامی کو مسمار کر دیا جاتا ہے۔ لیکن اسلام اور ریاست کی یہ جنگ اب جس نئے دور میں داخل ہو رہی ہے اس میں اسلام پسندوں کی نسبت ایلیٹ کلاس یعنی حکمران طبقہ کے لیے زیادہ آزمائشیں ہیں' کیونکہ اب ایک طرف مغرب کی ڈیمانڈ ایسے اقدامات' اسمبلیوں میں ایسے بل' عدالتوں سے ایسے فیصلے اور ایسی حکومتی پالیسیاں ہوں گی جن سے مذہبی طبقہ میں اشتعال بڑھے گا اور دوسری طرف مذہبی طبقہ کو مسلمان حکومتوں کے روبرو کھڑا کر کے تصادم کی کیفیت پیدا کرنا تازہ مغربی ایجنڈے کا حصہ ہے اور اس صورت میں ایلیٹ کلاس کو جان لینا چاہیے کہ قذافی سے مضبوط حکومت شاید موجودہ دور میں کوئی بھی نہ ہو۔

جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے تو حکمرانوں کو یہ یاد ہونا چاہیے کہ تقریباً پون صدی قبل جب یہاں کے مسلمانوں کو مذہب اور ریاست میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنے کو کہا گیا تو انہوں نے مذہب کا انتخاب کیا جس کے نتیجے میں پاکستان معرضِ وجود میں آیا تھا۔ لہٰذا تازہ مغربی ایجنڈے کے مطابق جب ریاست اور اسلام کی جنگ شروع ہو گی تو یہاں کے مسلمان مذہب کے حق میں ہی فیصلہ دیں گے' لہٰذا ہمارے حکمران اور ایلیٹ بدلتے ہوئے حالات کو سمجھیں۔ اب اُن کی مغرب نواز پالیسیاں، حقوقِ نسواں بل اور آئین اور ریاست کے بیانیہ میں ترامیم بھی اُن کو بچا نہ سکیں گی۔ اُنہیں مسلمانوں کی موجودہ صورتِ حال کے حوالے سے کسی غلط فہمی کا شکار ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔ مسلمان وقتی طور پر زیر ہوا ہے اسلام زیر نہیں ہوا۔ اسلام میں اتنی قوت ہے کہ کسی وقت بھی مسلمان اسے اپنا کر باطل کا سارا نظام تلپٹ کر دیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ باطل کی کامیابی ہمیشہ وقتی ہوتی ہے بالآخر حق ہی چھایا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ باطل نظام کا وقت پورا ہوا چاہتا ہے۔ مسلمانوں کی اکثریت کے سینوں میں ابلنے والا لاوا ہر شے کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ غلامانہ ذہنیت رکھنے والے مسلم حکمران اور ایلیٹ اس حقیقت کو سمجھ لیں اور اپنی اصلاح کر لیں وگرنہ وہ اس آتش فشاں میں جل کر بھسم ہو جائیں گے۔ اسلام اس دنیا کا مقدر ہے اور ہر وہ شے جو اس کی راہ میں حائل ہونے کی کوشش کرے گی وہ بالآخر جل کر خاک ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو اور ہمیں اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے تن من دھن لگانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

بقیہ: دعوت فکر

رہنمائی اس انداز میں کرتا ہے کہ اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسروں کے گھروں میں اہل خانہ کو سلام کیے بغیر اور اجازت لیے بغیر داخل نہ ہو، یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ امید ہے کہ تم اس سے نصیحت حاصل کرو گے۔ اگر تم وہاں کسی کو نہ پاؤ تب بھی جب تک اجازت نہ مل جائے داخل نہ ہو اور اگر واپس ہونے کو کہا جائے تو واپس ہو جاؤ، یہی تمہارے لیے پاکیزہ ہے اور اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔ یہ وہ تعلیم اور تہذیب ہے جس کی حفاظت کرنا اور جس پر عمل کرنا اہل اسلام کی ذمہ داری ہے۔ آج قوم مسلم اپنا جائزہ لے کہ وہ کتنا اسلامی تعلیم پر عمل کرتا ہے۔

آخر اللہ رب العزت کی جانب سے انسانیت پر ہونے والے انعامات، چاند کی ٹھنڈک، گلاب کی رنگت، موتیوں اور بیلوں کی خوشبو، بادِ نسیم کے جھونکے ساون کی بہار اور برسات کا نکھار، یہ سب اسی لیے ہیں کہ انسانیت کی ثابت قدمی کا امتحان لیا جائے اور انسان کے پرہیزگاری وتقویٰ اطاعت و فرمانبرداری کا امتحان ہو کہ انسان اس دنیا میں اللہ کے قانون پر عمل پیرا ہوتا ہے یا دنیا کی رنگینیوں میں پڑ کر خالق و مالک کو بھلا دیتا ہے! اطاعت و فرمانبرداری کا تقاضا ہے کہ مسلمان اپنے مقام کو پہچانیں اور ہر ممکن اسلامی تعلیم اور تہذیب پر عمل کرنے والے بن جائیں۔ اغیار کی تہذیب کو ہر ممکن چھوڑنے کی سعی کی جائے تو کسی حد تک اسلامی تعلیم اور تہذیب کا فروغ ہماری زندگی میں، معاشرے میں اور عالم میں ہو گا۔

دعائے مغفرت

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

☆ حلقہ ملاکنڈ، داروڑہ کے ملتزم رفیق شاہ سید کی والدہ وفات پا گئیں۔
برائے تعزیت: 0310-9416757

☆ حلقہ ملاکنڈ، تیمر گرہ کے ملتزم رفیق چاند ریاض کے والد وفات پا گئے

☆ حلقہ ملاکنڈ، باجوڑ شرقی کے ملتزم رفیق شیر بہادر کے والد وفات پا گئے۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

استقبال رمضان اور اس کے تقاضے

(نبی کریم ﷺ کے خطبۂ استقبال رمضان کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں تنظیم اسلامی کے ناظم مالیات محترم اعجاز لطیف کے 26 اپریل 2019ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

مرتب: ابو ابراہیم

محترم قارئین! رمضان کا مہینہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی خاص رحمتوں و برکتوں کا مہینہ ہے۔ رمضان المبارک کی آمد سے پہلے ہمیں اس کا استقبال کرنے کے لیے اپنے آپ کو تیار کرنے کی ضرورت ہے۔ آج ان شاء اللہ ہم اسی موضوع پر بحث کریں گے۔ رمضان المبارک وہ مہینہ ہے جس میں اللہ کے فرمانبردار بندے اپنی توجہ اس مادی دنیا سے ہٹا کر یا کم کر کے روحانی دنیا پر مرتکز کر لیتے ہیں۔ یعنی اہل ایمان اس مہینے میں اپنی روحانی بیٹری کو چارج کرتے ہیں تا کہ سارا سال زندگی کا مادی اور روحانی سفر صحیح توازن اور صحیح سمت میں گامزن رہے۔ رمضان کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ اگر اس مہینے میں انسان اپنا وقت اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے احکام اور محمد رسول اللہ ﷺ کے طریقوں کے مطابق نیکی اور تقویٰ کے امور میں صرف کرے تو اس کی برکت سارا سال برقرار رہتی ہے۔ لیکن اگر خدانخواستہ ان قیمتی لمحات کو ضائع کر دیا جائے تو پھر اس کی برکتوں سے محرومی بھی آئندہ رمضان تک جاری رہتی ہے۔

ہر رمضان المبارک کی آمد پر ہمیں یہ خیال بھی ہونا چاہیے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ ہماری زندگی کا آخری رمضان ہو۔ جس طرح کہا گیا ہے کہ انسان کو ہر نماز پڑھتے وقت یہ تصور کرنا چاہیے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ میری زندگی کی آخری نماز ہو اور یہ تو اپنی جگہ حقیقت ہے کہ گزشتہ رمضان المبارک میں کتنے عزیز دوست، بہن، بھائی جو ہمارے درمیان موجود تھے لیکن آج نہیں ہیں اور عین ممکن ہے کہ اگلے رمضان المبارک میں ہم میں سے کسی کے بارے میں یہی کہا جائے کہ یہ پچھلے رمضان میں ہمارے ساتھ تھا لیکن آج نہیں ہے۔ لہٰذا ہم میں جس کو بھی توفیق ملی ہے وہ اس رمضان المبارک سے بھرپور استفادہ کرنے کی کوشش کرے۔

اس حوالے سے رسول اللہ ﷺ کا اسوہ یہ تھا کہ آپ ﷺ اس مہینے کی آمد سے دو ماہ قبل ہی یعنی رجب کا چاند دیکھتے ہی دعا فرمانا شروع کر دیتے تھے کہ:

’’اے اللہ! ہمارے لیے رجب اور شعبان کے مہینوں میں برکت عطا فرما، اور ہمیں رمضان کے مہینے تک پہنچا دے‘‘۔

زندگی تو اللہ کی امانت ہے۔ وہ جب چاہے واپس لے لے لیکن رمضان میں اُخروی زندگی کے لیے بھی اس قدر فوائد پوشیدہ ہیں کہ اس کو پا لینے کی تمنا خود حضور ﷺ کو بھی رہتی۔ اسی طرح جب رمضان کا مہینہ بالکل قریب آجاتا تو آپ ﷺ صحابہ کرامؓ کو ایک دعا اس طرح خصوصی طور پر سکھاتے تھے جس طرح قرآن مجید کی آیات، وہ دعا یہ ہے:

’’اے اللہ مجھے رمضان المبارک کے لیے سلامت رکھیو اور رمضان المبارک کو میرے لیے سلامت رکھیے۔ اور اس رمضان المبارک کو میرے لیے مقبول بنا کر سلامت رکھیو‘‘

اس میں سب سے پہلے اپنی سلامتی کی دعا ہے تا کہ رمضان کو پا لیا جائے، پھر رمضان کو سلامتی والا بنانے کی دعا ہے کہ رمضان میں کوئی مصیبت نازل نہ ہو جائے جس کی وجہ سے رمضان کی برکات سے استفادہ نہ کیا جا سکے۔ پھر اگر یہ دونوں چیزیں مل بھی جائیں لیکن ہمارے اعمال مقبول نہ ہوں تو پھر بھی خسارہ ہی خسارہ ہے لہٰذا ساتھ یہاں اعمال کی مقبولیت کی دعا بھی ہے۔ یعنی اس دعا کے ذریعے رمضان کی تمام برکتیں اور رحمتیں مانگ لی گئی ہیں۔ نبی کریم ﷺ رمضان المبارک کی برکات سے استفادہ کرنے کے لیے صحابہ کرامؓ کو کس قدر ترغیب دیتے تھے اس کا اندازہ آپ ﷺ کے اس خطبہ سے لگایا جاسکتا ہے۔

استقبالِ رمضان کا خطبہ:

حضرت سلمان فارسی ؓ بیان کرتے ہیں کہ ماہِ شعبان کی آخری رات رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

اے لوگو! تم پر ایک عظیم مہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے۔ یہ مہینہ بڑی برکت والا ہے۔ اس ماہِ مبارک میں ایک رات (شب قدر) ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ اس ماہِ مبارک کے روزے اللہ (تعالیٰ) نے فرض کیے ہیں اور اس کی راتوں کا قیام (بصورت نمازِ تراویح) زائد عبادت ہے‘‘۔

یعنی قیام اللیل میں قرآن کی تلاوت اور سماع سنت مؤکدہ ہے۔ اس لیے نبی کریم ﷺ ہر سال اس مہینے میں حضرت جبرائیلؑ کو پورا قرآن (جتنا نازل ہوا ہوتا) سنایا کرتے تھے۔ جس سال آپ ﷺ کا وصال ہوا تو اس سال آپ ﷺ نے دوبار حضرت جبرائیل امینؑ کو پورا قرآن سنایا۔ لہٰذا قیام اللیل میں پورے رمضان میں ایک مرتبہ پورا قرآن ختم کرنا چاہیے۔ اس سنت کو بغیر کسی عذرِ شرعی کے ترک کرنا مناسب نہیں ہے۔ قراءت بھی نبی اکرم ﷺ کی سنت کے مطابق ہونی چاہیے۔ آپ ﷺ کا انداز تلاوت یہ ہوتا تھا کہ ہر ہر لفظ الگ الگ پڑھا کرتے تھے جبکہ ہمارے ہاں تراویح میں تلاوت رسم کے طور پر کی جاتی ہے اور ایسی مساجد تلاش کی جاتی ہیں جہاں کے حافظ کی تلاوت کی سپیڈ اتنی زیادہ ہو کہ پتا ہی نہ چلے کہ کیا پڑھا جا رہا ہے۔ یہ نادانستگی میں قرآن مجید کی توہین ہے کیونکہ

قرآن ایسی چیز نہیں ہے جس سے جان چھڑائی جائے بلکہ اسے حرزِ جاں بنانا چاہیے۔ آگے فرمایا:

’’جو کوئی صاحبِ اِیمان اِس ماہِ مبارک میں ربِّ ذوالجلال والاکرام کی رضا اور قرب حاصل کرنے کے لئے غیر فرض عبادت (یعنی سُنّت یا نفل) ادا کرے گا وہ گویا ایسے ہوگا جیسے اُس نے دوسرے مہینے میں ایک فرض ادا کیا اور جو اِس ماہِ مبارک میں ایک فرض اَدا کرے گا وہ گویا ایسے ہے جیسے اُس نے دُوسرے مہینے میں ستر فرض ادا کیئے۔‘‘

اس مہینے کی عظمتوں اور برکتوں کا اندازہ کیجیے کہ اس میں ثواب کس قدر بڑھ جاتا ہے۔ نفلی نیکی سے مراد صرف نوافل کی گنتی ہی نہیں ہے بلکہ سارے ہی خیر اور بھلائی کے نیک کام اس میں شامل ہیں۔ مثلاً اپنے مسلمان بھائی سے مسکرا کر ملنا بھی نفلی صدقہ ہے۔ اگر اس ماہ میں زیادہ خوش اخلاقی کا مظاہرہ کریں گے تو اس کا اجر بڑھ جائے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی اور جتنے بھی بھلائی کے کام کریں گے ان سب کا اجر فرض کے برابر ملے گا جبکہ فرض کا اجر کم از کم ستر گنا بڑھ جائے گا۔ اور یہ ستر بھی عربی میں کثرت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ یعنی ستر تک اللہ کے پیمانے رک نہیں جاتے۔ یہ تو اس پر منحصر ہے کہ کتنے ذوق وشوق لگن، خلوص اور اخلاص کے ساتھ وہ نیکی کی گئی ہے اور کتنے مشکل اور ناگوار حالات میں بھی اس نے اپنے فرائض میں کوتاہی نہیں کی۔ اللہ اپنی شان کے مطابق اجر سے نوازتا ہے۔ آگے فرمایا:

’’یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے۔‘‘

صبر کا مطلب ہے اپنے آپ کو روک کر رکھنا، ثابت قدم رہنا، جس بات کو حق سمجھ کر قبول کیا جائے اس سے کسی بھی خوف یا خطرے کے پیش نظر پیچھے نہ ہٹنا۔ رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کو سامنے رکھیں کہ اس مہینے میں اگر کوئی تجھ سے گالم گلوچ کرے یا بدکلامی کرے تو آگے سے جواب دینا کہ میں روزہ سے ہوں۔ یہ صبر ہے۔ اگر آپ نے بھی جواب میں وہی بدزبانی کی تو پھر صبر کس بات کا ہوا۔ جبکہ صبر یہ ہے کہ انسان اس پر اپنا ردِعمل دے سکتا ہو لیکن پھر بھی روزہ کی وجہ سے نہ دے۔ معصیت اور گناہ میں بڑی کشش ہے اس سے بچنے کے لیے صبر کی ضرورت ہے۔ اسی دنیا میں بڑی کشش ہے لیکن صبر کا تقاضا ہے کہ اس پر توجہ کم دی جائے اور رمضان ہمیں اسی چیز کی تربیت دیتا ہے۔ لہٰذا منطقی تقاضا یہ ہے کہ رمضان کے آنے سے پہلے ہم اپنے سارے دنیوی کاموں کو سمیٹ لیں تاکہ رمضان کی برکات سے پورے طور پر مستفید ہوسکیں۔ لیکن آج پورا سسٹم ہی ایسا بنادیا گیا ہے کہ ہم اس طرف آ ہی نہ سکیں۔ بلکہ کاروباری حضرات تو اسی مہینے میں سال بھر کی کمائی کرتے ہیں۔ حالانکہ رمضان کا تقاضا یہ ہے کہ سال بھر کی کمائی نیکیوں کی ہونی چاہیے اور یہ صبر کا بھی تقاضا ہے کہ دنیوی فوائد کو چھوڑ کر آپ نیکیوں کے حصول کی کوشش کریں۔ اس کا بدلہ یہاں جنت بتایا گیا ہے۔ دنیوی فوائد تو عارضی ہیں لیکن صبر کا پھل دائمی ہے اور یہی حقیقی کامیابی ہے۔ لہٰذا اگر ہم نے صبر کے اس مطلوبہ معیار کا مظاہرہ کیا تو اس کے بدلے میں لازمی جنت ملے گی کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے یہ خوشخبری دی ہے اور آپ ﷺ الصادق ہیں۔ آگے فرمایا:

’’یہ ہمدردی اور غم خواری کا مہینہ ہے‘‘

عام دنوں میں ہمیں بھوک پیاس کا تو پتا نہیں چلتا، اس کا کوئی اندازہ ہی نہیں ہوتا۔ لیکن رمضان میں اللہ کا حکم سمجھ کر جب پندرہ گھنٹے بھوکے پیاسے رہنا پڑتا ہے تو پھر عصر تک اچھے اچھوں پر مسکنت طاری ہو ہی جایا کرتی ہے۔ اس وقت احساس ہوتا ہے کہ اس ملک میں چالیس فیصد سے زیادہ آبادی جو خطِ غربت سے نیچے زندگی بسر کرتی ہے، جنہیں دو وقت کی روٹی اور سالن میسر نہیں ہے، ان پر کیا بیت رہی ہوگی۔ تب انسان میں ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے یہ ہمدردی اور غمگساری کا مہینہ ہے اور ہمدردی کا تقاضا ہے کہ انسان دوسرے انسانوں کی تکالیف کو دور کرنے کا ذریعہ بنے۔ رمضان ایک درس یہ بھی انسان کو دیتا ہے۔ آگے فرمایا:

’’اور یہی وہ ماہِ مبارک ہے جس میں مومن بندوں کے رزق میں اِضافہ کیا جاتا ہے۔

پریس ریلیز 3 مئی 2019ء

تنظیم اسلامی انسداد سود بل کی مکمل اور پرزور حمایت کرتی ہے

پنجاب اسمبلی کی قرارداد کے مطابق رمضان میں شوبز کے لوگوں کی خصوصی ٹرانسمیشن میں شمولیت پر پابندی خوش آئند ہے

حافظ عاکف سعید

تنظیم اسلامی انسداد سود بل کی مکمل اور پرزور حمایت کرتی ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے جامع مسجد القرآن، قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاون لاہور میں اپنے خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ تنظیم اسلامی ایک عرصہ سے پاکستان میں سود کے خاتمے کے لیے جدوجہد کر رہی ہے۔ اُنہوں نے حکمرانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اگر وہ پاکستان کو ریاست مدینہ کی مثل ریاست بنانے کے دعویٰ میں سچے ہیں تو اس بل کو پاس کرائیں اور اس کی راہ میں حائل ہر رکاوٹ کو اپنے جذبۂ ایمانی سے دور کریں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف جنگ سے دستبردار ہو جائیں۔ انہوں نے رمضان میں شوبز کے لوگوں کی خصوصی ٹرانسمیشن میں شمولیت پر پابندی کے حوالے سے پنجاب اسمبلی میں منظور ہونے والی قرارداد کو بھی نہایت خوش آئند قرار دیتے ہوئے کہا کہ ہم اُمید کرتے ہیں کہ صوبائی حکومت اور پیمرا دونوں اس امر کو یقینی بنائیں گے کہ ایسی خصوصی ٹرانسمیشن میں صرف جید علماء کرام ہی شریک گفتگو ہوں۔ انہوں نے سینٹ میں ’’کم عمری کی شادی‘‘ پر پابندی کا بل پاس ہونے پر گہرے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یہ امر انتہائی قابل مذمت اور شرمناک ہے کہ اسلام کے نام پر بننے والے ملک کے بالائی ایوان میں اس طرح کے بل پاس ہورہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بل میں 18 سال سے کم عمر افراد کا ’’بچہ‘‘ قرار دیا جانا نہ صرف اسلام کے خلاف ہے بلکہ ہماری معاشرتی اقدار اور ہمارے آئین کے بھی خلاف ہے۔ انہوں نے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کا سیکولر اور لبرل طبقہ مغرب کی شہ پر ہمارے معاشرتی نظام کو تباہ کرنے کے درپے ہے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشرواشاعت، تنظیم اسلامی)

رزق کی بہت ساری اقسام ہیں۔ ایک تو جتنی باقاعدگی سے ہر ایک کو اس کی حیثیت کے مطابق جو نعمتیں سحر و افطار میں اس مہینے میں میسر ہوتی ہیں وہ عام دنوں میں نہیں ہوتیں۔ لیکن رزق کا تصور یہاں تک محدود نہیں ہے۔ جس رب نے ہماری جسمانی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے رزق نازل فرمایا اسی نے ہماری روحانی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے قرآن مجید کی شکل میں رزق نازل فرمایا۔ جو شخص اگر خدانخواستہ سال بھر اس روحانی رزق سے محروم رہا اسے بھی کچھ نہ کچھ حصہ مل جاتا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کی سورۃ الطلاق کے مطابق اللہ کی جنت بھی اللہ کا رزق ہے۔ یعنی یہاں رزق کے اضافے کی کوئی حد ہی نہیں ہے۔ اپنے اپنے ذوق کے مطابق آپ اس رزق کے حصول کے لیے جتنی کوشش کرتے ہیں اللہ اس میں اتنا ہی اضافہ فرما دیتا ہے۔'' آگے فرمایا:

''اِس مہینہ میں جو صاحبِ ایمان کسی (ایمان والے) کا روزہ اِفطار کرائے گا (نیّت ثواب و رضائے اِلٰہی کے لیے) تو اُس کے لیے تین اجر ہیں (1) اُس کے لیے اُس کے گناہوں کی بخشش ہوگی۔ (2) اُس کی گردن جہنم کی آگ سے آزاد ہوگی اور (3) اُس کو روزہ دار کی طرح ثواب ملے گا بغیر اِس کے کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی ہو۔ (حضرت سیّدنا سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں) ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے ہر ایک کو روزہ افطار کرانے کا سامان میسر نہیں تو کیا غرباء اس ثواب کو حاصل کر سکیں گے؟ رسولِ کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا: اللہ (تعالیٰ) یہ ثواب اُس (غریب ایمان والے) کو بھی عطا فرمائے گا جو دُودھ کے ایک گھونٹ سے، یا ایک کھجور سے یا صرف پانی ہی کے ایک گھونٹ سے روزہ دار کا روزہ اِفطار کرائے گا۔ (حضور نبی کریم نے خطاب کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا) اور جو ایمان والا کسی بندہ مومن کو اِفطار کے بعد خوب پیٹ بھر کر کھانا کھلائے گا اللہ تبارک اُسے میرے حوضِ کوثر سے پانی پلائے گا۔ اور اُسے ایسا سیراب فرمائے گا کہ اُس کو کبھی پیاس نہیں لگے گی یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہو جائے۔''

رمضان المبارک میں اللہ کی طرف سے نازل ہونے والی رحمتوں اور برکات کا اندازہ اس سے بھی لگالیجیے کہ صرف سادہ سی افطاری کرانے سے بھی اتنا بڑا ثواب مل رہا ہے کہ بندہ کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں، جہنم سے آزادی مل سکتی ہے حالانکہ سب سے بڑی کامیابی ہی یہی ہے۔ اور پھر روزہ دار کے ثواب کے برابر ثواب ملے گا اور اس ثواب کا اندازہ صرف رب کو ہے۔ عرب کے اس وقت کے حالات کو سامنے رکھیں تو وہاں پانی کا حصول بھی ایک بڑا مشکل کام تھا۔ جب مسلمان ہجرت کر کے مدینہ طیبہ گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے زرِ کثیر خرچ کر کے ایک یہودی سے پانی کا کنواں خریدا تھا۔ اب اگر کوئی روزہ دار ہے جو بیچارہ دن بھر کی محنت مشقت کرتا ہے اور افطاری کے لیے وہاں سے مشکیزے میں پانی لاتا ہے یا کہیں سے کوئی دودھ مل گیا تو وہ اس میں ملا کے لسی بنالی اور اپنے گھر والوں کی ضرورت بھی تھی۔ اتنے میں کوئی دوسرا ضرورت مند بھی آ گیا تو انہوں نے اس افطار میں اس کو بھی شریک کر لیا۔ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ اس پر انہیں بھی وہی اجر ملے گا جو روزہ دار کو ملے گا۔ یہ اس وقت کے حالات کے مطابق تھا۔ آج کل ہمارے ہاں جو مروجہ کمرشل افطاریاں ہیں، جو تعلقات کو بنانے اور کاروبار کی وسعت کے لیے دی جاتی ہیں ان میں اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق دی جانے والی افطاری میں فرق ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کا تقاضا تو یہ ہے کہ افطاری کا جو سامان آپ کو میسر تھا اس میں کسی دوسرے ضرورت مند روزہ دار کو بھی شریک کر لیا تو اس کا اجر اس فرمان کے مطابق ملے گا۔ معلوم ہوا کہ جس ملک میں چالیس فیصد سے زیادہ لوگ خطِ غربت سے نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں وہاں پر کھاتے پیتے لوگوں کا افطاریاں exchange کر لینا اسپرٹ نہیں ہے بلکہ اسپرٹ یہ ہے کہ جو محروم طبقہ ہے ان تک یہ سارے لوازمات پہنچائے جائیں، ان تک عزت کے ساتھ یہ ضرورت کی چیزیں پہنچا دینا مطلوب ہے جس سے وہ اپنی مہینے بھر کی سحری اور افطاری اطمینان سے کر سکیں اور جب وہ اپنے گھر میں بچوں کے ساتھ بیٹھ کر افطاری کریں گے تو زیادہ بہتر انداز میں کر سکیں گے۔ اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ دوست احباب آپس میں افطاری نہ کریں۔ ضرور کریں مگر جس انداز سے آج افطار پارٹیاں ہو رہی ہیں اس میں تو ہم اپنا اجر کم کر رہے ہیں۔ اس میں طریقہ کار یہ ہونا چاہیے کہ قریب کے دوست واحباب کو بلایا جائے۔ پھر افطاری میں زیادہ تکلفات نہ ہوں بلکہ صرف کھجور، پانی اور مختصر لوازمات ہوں تاکہ آپ افطاری کے بعد نماز مسجد میں جا کر جماعت کے ساتھ پڑھ سکیں۔ پھر اس کے بعد کھانے کا اہتمام رکھ لیں لیکن کھانے میں بھی احتیاط ہونی چاہیے تاکہ تراویح میں آپ کو پریشانی نہ ہو۔ سورۃ صٓ کی آیت 86 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

''(اے پیغمبرؐ) کہہ دیجیے کہ میں تم سے اس کا صلہ نہیں مانگتا اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں۔''

لہٰذا ہمیں زیادہ تکلفات سے بچنا چاہیے۔ اس حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا جو طریقہ ہے اور جو صحابہ کرامؓ کا عمل ہے اس کو مدنظر رکھا جائے۔ ورنہ ہم اپنے قیمتی اوقات بھی ضائع کر لیں گے اور ثواب سے بھی محروم رہیں گے۔ آگے فرمایا:

''یہ وہ ماہِ مبارک ہے کہ جس کے اوّل حصّہ میں رَحمت ہے۔ درمیانی حصّہ میں مغفرت ہے اور آخری حصّہ میں آگ سے آزادی ہے اور جو صاحبِ اِیمان اِس مہینہ میں خادم یا ملازم کے کام یا اوقاتِ کار اور اوقاتِ مزدوری میں تخفیف کرے گا۔ اللہ اُسے بخش دے گا اور اُسے دوزخ کی آگ سے آزادی عطا فرمائے گا۔'' (مشکوٰۃ)

رمضان کا پہلا عشرہ رحمت کا عشرہ ہے، دوسرا مغفرت کا عشرہ ہے اور تیسرا جہنم سے نجات کا عشرہ ہے لیکن اس کا حقدار وہی ٹھہرے گا جو رمضان المبارک کے دن اور راتیں نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق گزاریں گے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ اگر ہم اپنے سارے اضافی کام کم کریں گے تو تبھی اپنے ماتحتوں کو بھی کوئی رخصت دے سکیں گے۔ ورنہ اگر پرتکلف افطاریاں کرائیں گے تو پھر اپنے گھر میں کام کرنے والوں کے کاموں میں تخفیف کیسے کر سکیں گے؟ اسی طرح رمضان میں نیکیاں کمانے کی بجائے اگر ہماری زیادہ توجہ کاروباری منافع پر مرکوز ہوگی تو ہم اپنے ملازموں کو کیسے رخصت دے سکیں گے؟ لہٰذا ہمیں اپنے رویوں پر نظرثانی کرنی چاہیے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں، برکتوں اور عظمتوں والا مہینہ ہے۔ اس کے لیے ہمیں اپنے آپ کو تیار کرنا ہے۔ اس میں نیکیوں کو حاصل کرنے کی جو سہولیات ہیں ان سے فائدہ حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنی ہے۔ اس کے لیے ہمیں دنیوی مصروفیات کو کم کرنا پڑے گا اور اپنے قلب و ذہن کی ہم آہنگی کے ساتھ اپنی صلاحیتوں اور اپنے اوقات کو زیادہ سے زیادہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رحمتوں کو سمیٹنے میں لگانا پڑے گا۔ اس کے علاوہ صبر اور مخلوق خدا کے ساتھ ہمدردی، ضرورت مندوں کا خیال رکھنا، زیادہ سے زیادہ اُخروی فوائد سمیٹنا رمضان میں ہمارا اصل کام ہونا چاہیے۔ یہ نہیں کہ ہم سارا وقت ٹی وی کے آگے بیٹھ کر یا موبائل میں مصروف رہتے ہوئے گزار دیں، یہ بہت بڑی محرومی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس مہینے سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

خطاب بہ جاوید

5

سخنے بہ نژادِ نو
نئی نسل سے کچھ باتیں

15 لا الٰہ اندر نمازش بود و نیست	نازہا اندر نیازش بود و نیست!

بندۂ مومن کی نمازیں پہلے توحید (اللہ اکبر اور لا اِلٰہ اِلا اللہ) کی آئینہ دار تھیں (تمیز بندہ و آقا نہیں تھی) مگر اب ایسا نہیں ہے یہ رنگ ختم ہوگیا ہے۔ اس کے نیاز میں بھی پہلے ناز کا رنگ تھا مگر (نماز ہی نہیں رہی) تو ناز نہ رہا

16 نور در صوم و صلوٰتِ او نماند	جلوۂ در کائناتِ او نماند!

بندۂ مومن کی نماز اور روزہ میں (پہلے کا سا خلوص اور حضوری کا) نور نہیں رہا مومن کی کائنات (ماحول) میں حق کا جلوہ نہیں رہا

17 آنکہ بود اللہ او را ساز و برگ	فتنۂ او حبِّ مال و ترسِ مرگ!

(پہلے بندۂ مومن ایسا ہوتا تھا کہ) اس کی زندگی کا سامان اللہ (پر بھروسا) تھا اور اب (عصر حاضر میں) مال کی محبت اور موت کا خوف اس کے لیے فتنہ بن گیا ہے

18 رفت ازو آں مستی و ذوق و سرور	دین او اندر کتاب و او بگور!

اس (بندۂ مومن کے اندر) کا سرور، اچھے اعمال کا ذوق اور (محبت رسول ﷺ کی) مستی اب باقی نہیں رہی بندۂ مومن کا دین اب صرف قرآن میں (پڑھا جاسکتا) ہے اور خود (حقیقی) مومن 'قبر' میں جاچکا ہے

15۔ آج کے مسلمانوں میں افرنگ (یورپی اقوام) کی غلامی پر مطمئن ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مومنوں کی نمازوں میں پہلے لا اِلٰہ کی تاثیر تھی اب وہ کہیں نظر نہیں آتی۔ غلامی میں زندگی گزارتے گزارتے ان میں خودی و خودداری باقی نہیں رہی اور مغربی تعلیم کے سیکولر و لبرل اثرات سے یہ لا اِلٰہ کے ثمرات سے نابلد ہوگئے ہیں ❶ اور فرعون کی طرح افرنگ بدنام بھی نہیں ہوا بلکہ خدا بےزار خدا ناشناس تعلیم کے تیزاب سے گزار کر، ہماری خودی گلا کر، ناکارہ اور ختم کردی ہے۔ اسی لیے آج ہم میں اللہ کی بندگی کے نیاز کے ساتھ مومن ہونے اور دنیا میں غالب ہونے کا ناز و فخر باقی نہیں رہا جو کبھی ہمیں میسّر تھا۔

16۔ اے پسر! یہی وجہ ہے کہ آج مسلمانوں میں افرنگ کی غلامی کی وجہ سے نماز اور روزہ کا 'نور' باقی نہیں رہا۔ اس نور کی وجہ سے بندۂ مومن کا کردار ہوتا تھا جو اب نظر نہیں آتا؛ اسی لیے نہ دشمن ہم سے خوفزدہ ہے نہ اللہ ہماری مدد کر کے دشمن پر غلبہ دے رہا ہے۔ کبھی ایسے باکردار مردانِ حق کا دنیا پر غلبہ تھا۔ آج سے چند صدیاں پہلے جدید سائنسی وسائل اور ذرائع آمد و رفت نہ ہونے کے باوجود افریقہ، نصف سے زیادہ مشرقی یورپ، مشرقِ وسطیٰ و جنوبی اور مشرقِ بعید میں مسلمانوں کا غلبہ اور لا اِلٰہ کا غلغلہ تھا۔ آج لا اِلٰہ کی حقیقت کھو دینے سے وہ غلبہ باقی نہیں رہا۔

17۔ پہلے بندۂ مومن لا اِلٰہ کہتا تھا، دل و جان سے توحید کا قائل تھا، صاحب کردار تھا، اللہ تعالیٰ پر ہی اس کو بھروسا ہوتا تھا اور اللہ تعالیٰ ہی اس کے لیے کارساز تھا وہ قلّت اسباب کے باوجود اس کی مدد کرتا تھا اور فتح دلاتا تھا اور تھوڑی تعداد، بڑی سیکولر اور لبرل جماعتوں پر غالب آجاتی تھی۔ آج کا مردِ مومن مال کی محبت اور موت کے خوف کا شکار ہے۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسا نہیں ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے بھی اسے عالم اسباب کے حوالے کردیا ہے۔ اہل حق کی شان جنگ بدر کے دن ''وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ'' والی تھی ❷ آج کے اہل ایمان مومن ہونے کے دعوے دار ہونے کے باوجود کوئی بنگالی مومن ہے تو کوئی سندھ کا مومن، اللہ کی نگاہ میں مومن نہیں ہے۔ یہ اس دورِ غلامی میں مطمئن بیٹھنے کا نتیجہ ہے۔ ابلیس آج خوش ہے اور یورپی اقوام غالب ہیں۔ ❸

18۔ عزیز من! آج کے مسلمانوں میں قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں جیسا ایمانی سُرور، اچھے اعمال کا ذوق اور عشق رسول ﷺ کی مستی ❹ باقی نہیں رہی۔ آج مردِ مومن ان اوصاف حمیدہ سے تہی دامن ہے۔ حقیقی اہل ایمان اور مردانِ حق عمر گزار کر قبروں میں آرام کر رہے ہیں اور دین، دین کے تقاضے اور مردِ مومن کے اوصاف صرف قرآن مجید میں تلاوت کے لیے رہ گئے ہیں، مشاہدے میں ایسے کردار شاذ ہیں۔

❶ یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی
(اکبر الٰہ آبادی)

❷ ﴿فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَ مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى﴾ (الانفال:17)
''تم نے ان کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا اور (اے نبی) جس وقت آپ نے کنکریاں پھینکی تھیں تو وہ آپ نے نہیں پھینکی تھیں بلکہ اللہ نے پھینکی تھی''۔

❸ ابلیس کا مشیر کہتا ہے کہ ؎
یہ ہماری سعیٔ پیہم کا نتیجہ ہے کہ آج
صوفی و ملّا ملوکیت کے بندے ہیں تمام
(اقبال)

❹ ((ذَاقَ طَعْمَ الْاِيْمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَ بِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا)) (مسلم عن عباسؓ)
''ایمان کی لذت نصیب ہوئی اُس شخص کو جو اللہ کے رب ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر اور حضرت محمد ﷺ کے رسول ہونے پر راضی ہوا''۔

اسد عمر پاکستان کی تباہ شدہ معیشت کو آزاد اور خود مختار بنیادوں پر کھڑا کرنے کی کوشش کر رہے تھے جبکہ یہ بات عالمی مہاجنوں، ساہوکاروں اور پاکستان کے سرمایہ داروں کو کسی صورت پسند نہیں تھی: ایوب بیگ مرزا

پاکستان کا ایک طبقہ ایران کو اپنا روحانی مرکز سمجھتا ہے اس لیے پاکستان کے اندرونی استحکام کا بھی تقاضا ہے کہ ایران کے ساتھ تعلقات اچھے رکھے جائیں: آصف حمید

وزیر اعظم کا دورہ ایران اور سری لنکا بم دھماکے کے موضوعات پر

حالاتِ حاضرہ کے منفرد پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہارِ خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: وزیر اعظم عمران خان کا حالیہ دورہ ایران کتنی اہمیت کا حامل ہے؟

ایوب بیگ مرزا: یہ دورہ بہت ہی اہمیت کا حامل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان اور ایران کے تعلقات میں بہت نشیب وفراز آئے ہیں۔ ایک وقت تھا جب پاکستان سیٹو سینٹو کا ممبر تھا گویا امریکہ کے پورے شکنجے میں تھا اور یہی پوزیشن ایران کی تھی بلکہ اس کی اہمیت ہم سے زیادہ تھی کیونکہ اس وقت ایران ایشیا میں امریکہ کا پولیس مین کہلاتا تھا۔ یہ شاہ ایران کے دور کی بات ہے۔ بہر حال پاکستان اور ایران دونوں امریکی کیمپ میں تھے اور دونوں کے تعلقات بڑے مضبوط تھے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ 1965ء کی جنگ میں ایران نے ہمیں بہت سپورٹ بھی کیا تھا لیکن حالات بدلتے بدلتے ہم ایک دوسرے کی دشمنی تک پہنچ گئے اور ہمارے تعلقات بہت بگڑ گئے۔ پچھلے دنوں جب پاکستان اور انڈیا کے درمیان کشیدگی عروج پر تھی جس میں پاکستان نے انڈیا کے دو جہاز گرائے تھے اس وقت یہ افواہ بھی پھیلائی گئی تھی کہ جو چار ممالک مل کر پاکستان پر حملہ کرنا چاہتے تھے ان میں سے ایک ایران بھی تھا اور یہ کہ پاکستان نے بھی ایران کو بڑا سخت پیغام بھیجا تھا۔ ایسی صورت حال میں وزیر اعظم عمران خان کا دورہ بڑا مثبت ثابت ہوا ہے۔ کیونکہ اس وقت پاکستان چاروں اطراف سے دشمنوں میں گھرا ہوا ہے۔ ایک طرف افغانستان ہے جو امریکہ کے قبضے میں ہے۔ دوسری طرف انڈیا ہمارا ازلی دشمن ہے۔ تیسری طرف ایران سے ہمارے معاملات بگڑ گئے تھے۔ لہٰذا ضرورت تھی کہ اس بگاڑ کو بڑھانے کی بجائے ایران کا دورہ کیا جائے اور حالات کو سنوارنے کی کوشش کی جائے۔ اس دورہ میں وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی شامل نہیں تھے کیونکہ وہ اُن ہی دنوں میں جاپان کا دورہ کر رہے تھے۔ اس دورے کی وجہ سے دونوں ملکوں میں تلخی اور کشیدگی میں کمی ضرور آئے گی جیسا کہ بعد کے بیانات سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ

مرتب: محمد رفیق چودھری

اس کشیدگی میں کمی آئی ہے۔ اس وقت ہمیں چاہیے کہ ہم جس ملک سے بھی اپنے تعلقات بہتر بنا سکتے ہیں تو بنائیں۔ خاص طور پر ایران سے کیونکہ ایران ہمارا بہت اہم برادر اسلامی ملک ہے۔ ایک زمانہ تھا جب ایران، پاکستان اور ترکی آر سی ڈی (علاقائی تعاون تنظیم) کے پلیٹ فارم پر متحد تھے۔ پھر رضا شاہ پہلوی کے دور میں ہمارے ایران کے ساتھ مثالی تعلقات تھے۔ لیکن بعد ازاں ان تعلقات میں کمی آتی گئی یہاں تک کہ دور حاضر میں دونوں ملکوں کے درمیان تعلقات میں بہت بگاڑ آچکا تھا۔ لیکن اب ان شاء اللہ عمران خان کے دورہ ایران سے تعلقات میں دوبارہ بہتری آئے گی۔

سوال: پاکستان میں بحیثیت مجموعی دہشت گردی کے واقعات میں کمی ہوئی ہے لیکن بلوچستان اب بھی وقفہ وقفہ سے خون میں نہلا دیا جاتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

آصف حمید: یہ بات بالکل درست ہے کہ دہشت گردی کے واقعات پہلے بہت زیادہ ہوا کرتے تھے۔ اب ان میں بہت حد تک کمی واقع ہوئی ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ تمام عناصر جو دہشت گردی میں ملوث تھے وہ پاکستان کے اندر ہی تھے۔ لہٰذا ہماری انٹیلی جنس ایجنسیز اور آرمی نے بہت ہی عمدہ طریقے سے ان کے خلاف کامیاب آپریشنز کیے، داعش اور ٹی ٹی پی کے فتنوں کو ختم کیا۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان اندرونی طور پر اپنے لوگوں کو کنٹرول کرنے میں تو کامیاب ہوا ہے لیکن بیرونی تخریب کار عناصر کے خلاف جس طرح کا ایکشن لینا چاہیے تھا وہ ابھی تک نہیں لیا گیا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ابھی اس پر بہت کام کرنے کی ضرورت ہے۔ مشرف دور میں جس طرح امریکیوں کو دھڑا دھڑ پاکستانی ویزے دیے گئے اور جس طرح بلیک واٹر کے لوگ پاکستان میں آئے تو ایسا لگتا تھا کہ پاکستان امریکیوں کی کالونی بن چکا ہے اس کے اثرات آج تک موجود ہیں۔ پھر انڈین ایجنسی ’را‘ نے بھی یہاں پر بہت دراندازی کی۔ کلبھوشن یادیو کی گرفتاری اس کا واضح ثبوت ہے۔ بھارت اور ایران کا بھی پاکستان کے خلاف ایک گٹھ جوڑ رہا ہے۔ اللہ کرے کہ اب نہ ہو۔ جب ایران میں شیعہ انقلاب آیا تھا تو ان کا اولین مقصد یہ تھا کہ اس انقلاب کو ایکسپورٹ کریں۔ اس کے نتیجے میں پاکستان کے اندر ایسے گروہ پیدا ہو گئے تھے جو نفاذ فقہ جعفریہ کی بات کرتے تھے۔ اس کے جواب میں یہاں پر کچھ لوگ کھڑے ہوئے اور اس طرح یہاں پر ایک شیعہ سنی فساد کی کیفیت پیدا ہوئی۔ اس کے بعد پاکستان پراکسی وار کی سرزمین بن گیا۔ اس حوالے سے کچھ سپانسر شپ عرب ملک کی طرف سے اور کچھ سپانسر شپ ایران کی طرف سے آ رہی تھی اور ہمارے ملک میں ایک خانہ جنگی کی

کیفیت پیدا ہوگئی تھی۔ انڈیا اور ایران کا گٹھ جوڑ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کلبھوشن یادیو انڈین تھا لیکن وہ ایران سے پکڑا گیا تھا۔ اس کے خلاف ابھی کوئی خاص ایکشن نہیں لیا گیا۔ اگرچہ اس کا معاملہ عالمی عدالت میں ہے لیکن اس نے تو ہمارے حق میں فیصلہ نہیں دینا۔ بہر حال یہاں غیر ملکی ایجنسیز کام کر رہی ہیں بلکہ اب تو یہ اطلاعات ہیں کہ امریکہ نے داعش کے لوگ پاک افغان بارڈر پر بٹھا دیے ہیں جن کا ٹارگٹ پاکستان کے اندر دوبارہ فساد پیدا کرنا ہے۔ کیونکہ سی پیک جیسے معاشی منصوبے بھی کچھ عالمی طاقتوں کو پسند نہیں آرہے جن سے پاکستان کا معاشی مستقبل وابستہ ہے۔ جبکہ یہ طاقتیں ہر صورت میں پاکستان کو غیر مستحکم دیکھنا چاہتی ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہماری وزارت خارجہ اور داخلہ دونوں صورتحال سے نمٹنے کے لیے فعال کردار ادا کریں۔

سوال: وزیراعظم عمران خان نے ایران میں متنازع بیان کیوں دیا؟

ایوب بیگ مرزا: اصل مسئلہ یہ ہے کہ ایران کی سرحد سے پندرہ پاسداران انقلاب غائب ہوگئے تھے۔ جس پر پاسداران انقلاب کے چیف نے کہا کہ پاکستان سے لوگ آئے تھے وہ اغوا کر کے لے گئے ہیں۔ اس نے پاکستان کو بھارت کے انداز میں دھمکیاں بھی دیں کہ ہم پاکستان کو سبق سکھا دیں گے وغیرہ۔ پاکستان نے جواباً کہا کہ آپ حوصلہ کریں ہم خود اس معاملے کو حل کرتے ہیں۔ آپ کو آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر پاکستانی ایجنسیوں نے جگہ جگہ چھاپے مارے اور دس پاسداران انقلاب کو بازیاب کرا کر ایران کے حوالے کر دیا۔ گویا یہ ایک ایسا ثبوت تھا جس سے پاکستان انکار نہیں کر سکتا تھا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ان کے بندے پاکستان کی بعض تنظیموں سے پکڑے گئے ہیں اور آپ نے اپنے تعلقات کو ٹھیک بھی کرنا ہے تو پھر آپ کے پاس اس کے سوا کیا آپشن رہ جاتا ہے کہ آپ حقیقت کو تسلیم کر لیں۔ پاکستان نے اس حوالے سے پہلے بھی ایران کے ساتھ بہت تعاون کیا ہے۔ ریگی نام کا ایک بہت بڑا دہشت گرد جو ایران کو مطلوب تھا اُسے پاکستانی ایجنسیوں نے جہاز سے اتار کر ایران کے حوالے کیا تھا اور اس کو پھر ایران میں پھانسی ہوئی تھی۔ آج کل جنداللہ ایک تنظیم ہے جو بارڈر پر کام کرتی ہے۔ پاکستان نے اس کو کالعدم قرار دیا ہوا ہے۔ اسی نے پاسداران کو اغوا کیا تھا۔ بہر حال ہمارے وزیراعظم نے اعتراف بہت عمدہ انداز میں کیا کہ پہلے ہمارے ہاں سے دہشت گرد ایران جاتے تھے اور ایران سے بھی آتے تھے۔ ایسا بیان دینے کے سوا چارا بھی نہیں تھا کیوں ایران کے بندے آپ کے ہاں سے بازیاب ہوئے ہیں۔ لہٰذا حالات کو نارمل کرنے کے لیے ضروری تھا کہ اپنی اس غلطی کو تسلیم کیا جاتا۔

آصف حمید: اس کو اگر ہم مثبت انداز سے دیکھیں تو جس طرح اجمل قصاب کے معاملے میں حکومت نے لاہور میں چھاپے مارنے شروع کر دیے تھے اور اجمل قصاب کا گھر تک دکھا دیا تھا۔ اس کے بعد جب پلوامہ کا واقعہ ہوا تو اس وقت بھی عمران خان نے کہا کہ ہم خود ایکشن لیں گے اور پھر یہاں چھاپے شروع کر دیے تھے۔

> **جب ایران میں انقلاب آیا تو اس کے بعد ایرانیوں کا اولین مقصد یہ بن گیا کہ اس انقلاب کو ایکسپورٹ کیا جائے۔ اس کے بعد پاکستان پراکسی وار کی سرزمین بن گیا۔**

ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ زبانی جمع خرچ ہوگا لیکن یہ نہیں کہا گیا کہ ہماری سرزمین ایسے لوگوں سے پاک ہوگئی۔ کیونکہ یہاں ایسے کیمپس رہے ہیں۔ لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ عمران خان نے دوبارہ اچھے تعلقات قائم کرنے کی غرض سے ایسا بیان دیا ہوگا۔

سوال: وزیراعظم عمران خان کا دورہ ایران امریکہ کے ساتھ تعلقات میں دوری کا باعث تو نہیں بنے گا؟

آصف حمید: آج کل پاکستان اور امریکہ کے تعلقات اتنے اچھے نہیں ہیں۔ کیونکہ پاکستان نے بھی کافی حد تک چین اور روس پر انحصار کرنا شروع کر دیا ہے۔ کوئی بھی ملک کسی دوسرے ملک کے ساتھ سو فیصد نہیں ہوتا۔ ہر ملک کو اپنے اپنے مفادات کو دیکھنا ہوتا ہے۔ امریکہ ایک طرف بھارت کو اہمیت دے رہا ہے اور دوسری طرف اس نے عمان سے دو بندرگاہیں بھی لے لی ہیں۔ بظاہر وہ نام ایران کا لے رہا ہے لیکن پاکستانی فورسز جانتی ہیں کہ امریکہ کتنا پاکستان کا دوست ہے اور اس پر کتنا اعتماد کرنا چاہیے۔ پاکستان کسی صورت میں بھی ایران کو اپنا دشمن نہیں بنا سکتا۔ اگر پاکستان اور ایران کے تعلقات بہتر ہوتے ہیں تو بھارت کا اثر رسوخ خطے میں کم ہو جائے گا۔ پھر پاکستان کے اندر بھی ایک ایسا فرقہ ہے جو اپنے مذہبی معاملات کے حوالے سے ایران کی طرف دیکھتا ہے لہٰذا پاکستان کے اندرونی استحکام کا بھی تقاضا ہے کہ ایران کے ساتھ تعلقات اچھے اور برادرانہ ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس دورے میں خیر کا امکان زیادہ ہے۔

سوال: عمران خان نے اسد عمر سمیت اپنے اہم وزراء کو تبدیل کر دیا ہے۔ اس تبدیلی کی اصل وجہ کیا ہو سکتی ہے؟

ایوب بیگ مرزا: تفصیلی تجزیہ کرنے سے پہلے جو نتیجہ میرے سامنے آیا ہے وہ میں بیان کر دوں کہ عمران خان اور اس کی جماعت کو جن بنیادوں پر لوگ سپورٹ کرتے تھے اسد عمر کے ہٹانے سے ان میں سے ایک بنیاد گر گئی ہے۔ عمران خان اس ملک اور قوم کو عالمی اجارہ داروں اور ان کے پٹھو حکمرانوں کے چنگل سے نکالنا چاہتے تھے۔ مطلب سیاسی، معاشی اور معاشرتی لحاظ سے وہ اپنے ملک کو حقیقی معنوں میں آزاد اور خود مختار ملک بنانے کا نعرہ لے کر آئے تھے۔ جن میں سے سب سے بڑا ایشو ہماری معاشی غلامی تھی جس سے ملک اور قوم کو وہ نجات دلانا چاہتے تھے۔ مگر اسد عمر کے ہٹانے سے گویا یہ ملک ایک بار پھر عالمی معاشی اجارہ دار قوتوں کی غلامی میں چلا گیا ہے۔ یاد رکھیے! پاکستان میں وزیرخزانہ کا عہدہ اہم ترین عہدہ ہے۔ جب سے پاکستان بنا ہے اس عہدے پر عالمی معاشی قوتوں کے پسندیدہ لوگ ہی براجمان ہوئے ہیں۔ اس فہرست میں سے چودھری محمد علی اور ڈاکٹر مبشر حسن کو نکال دیجیے کیونکہ ان کا معاملہ بھی اسد عمر جیسا ہی تھا اور اسی لیے انہیں زیادہ دیر چلنے بھی نہیں دیا گیا۔ ان دو کے علاوہ سب سے پہلے وزیرخزانہ ملک غلام محمد سے لے کر آج تک سب کے سب وزیرخزانہ پاکستان کی حکومت کے مقرر کردہ کسی صورت میں تھے ہی نہیں۔ یعنی حکومت پاکستان کا ان کی تعیناتی سے کوئی تعلق ہوتا ہی نہیں تھا۔ بلکہ یہ باہر سے آرڈر آتا تھا کہ فلاں وزیرخزانہ ہوگا اور وہی وزیرخزانہ ہوتا تھا۔ ظاہر ہے جو لوگ ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف کے تنخواہ دار ہیں تو وہ ان ہی کے لیے کام کریں گے۔ لیکن اسد عمر اس جدید دور میں ایک ایسا بندہ آیا تھا جو پاکستان کی تباہ شدہ معیشت کو ایک آزاد اور خود مختار بنیادوں پر کھڑا کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن یہ بات عالمی مہاجنوں، ساہوکاروں اور پاکستان کے سرمایہ داروں کو کسی صورت پسند نہیں تھی۔ لہٰذا میڈیا کے ذریعے ایک محاذ کھڑا کر دیا گیا۔

ظاہر ہے میڈیا کے پیچھے بھی عالمی مہاجن ہی ہیں۔آپ اندازہ کیجئے کہ نواز شریف کے پہلے نو ماہ میں مہنگائی کی شرح 10 فیصد تھی لیکن میڈیا نے کوئی شور نہیں مچایا جبکہ اسد عمر کے پہلے 9 ماہ میں مہنگائی کی شرح 9.4 فیصد تھی لیکن میڈیا نے ایسا طوفان کھڑا کیا کہ جیسے قیامت آ گئی ہو۔لہٰذا اسد عمر کو ہٹانے کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں۔یا تو عمران خان کی انقلابیت اس پروپیگنڈے کی زد میں آکر بہہ گئی اور انہوں نے ایک انتہائی غلط، تکلیف دہ اور برا فیصلہ لے لیا۔ دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ عالمی ساہوکاروں نے عمران خان پر دباؤ ڈالا ہوگا کہ یا تو ہمارا بندہ لاؤ ورنہ ہم تم سے نبٹ لیں گے اور وہ ان کے دباؤ میں آ گئے۔یعنی عالمی ساہوکاروں کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔اسد عمر کی جگہ جس شخص (عبدالحفیظ شیخ) کو لایا گیا وہ 21 ممالک میں طوفان مچا چکا ہے یعنی وہاں پرنج کاری اور بیرونی قرضوں کو معاشی ہتھیار کے طور پر استعمال کر کے معاشی تباہی لا چکا ہے۔ جبکہ یہاں وہ ان حالات میں آیا ہے کہ ہماری حکومت بالکل بے بس تھی۔لہٰذا وہ جن شرائط پر آیا ہوگا وہ کس قدر تباہ کن ثابت ہو سکتی ہیں یہ آنے والا وقت بتائے گا۔گویا غلامی کا وہ قلادہ جو ہماری گردن میں ستر سال سے پڑا ہوا تھا اسد عمر نے ذرا سا اس کو چھیڑا تھا، عمران خان نے اس کو پھر دوبارہ پورے زور سے قوم کی گردن میں کس دیا ہے۔ممکن ہے چند ماہ شاید عوام کو کچھ ریلیف ملے اور عوام بھی خوش ہو جائیں گے لیکن یہ خوشی عارضی ثابت ہوگی اور حفیظ شیخ کا آنا ہماری جڑوں میں بیٹھ جائے گا۔اس میں عمران خان خود قصوروار ہے۔اس نے اپنے پاؤں پر کلہاڑا چلایا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ دو چار سال میں ہم مزید قرضوں کے شکنجے میں پھنس جائیں گے اور ان سے نکلنے کی توقع اب بالکل ختم ہو چکی ہے۔بہرحال دل کو بہلانے کے لیے ایک خبر آئی ہے کہ پانچ افراد کا بورڈ بنایا گیا ہے جو حفیظ شیخ کو مانیٹر کرے گا جس میں شوکت ترین بھی شامل ہے۔لیکن اسد عمر کی معزولی کا فیصلہ انتہائی مایوس کن ہے۔باقی اللہ ہمارے ملک کی حفاظت کرے۔اللہ نے ہی ہماری کشتی ہمیشہ ساحل پر لگائی ہے۔ہم نے تو اس کو ڈبونے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

سوال: حالیہ دنوں میں سری لنکا میں بم دھماکے ہوئے جس میں سینکڑوں لوگ ہلاک و زخمی ہوئے۔ان دھماکوں کے پیچھے کس کا ہاتھ ہو سکتا ہے؟

آصف حمید: کچھ دنوں پہلے نیوزی لینڈ میں مسلمانوں کو شہید کرنے کا ایک واقعہ پیش آیا۔اس واقعہ کی تحقیقات اور مسلمانوں کے ردعمل نے مسلمانوں اور اسلام کی مثبت تصویر دنیا کے سامنے پیش کی اور دنیا کو پتا چل گیا کہ پوری دنیا میں صرف مسلمانوں کو ہی جو دہشت گرد کہا جا رہا ہے یہ بات صحیح نہیں ہے بلکہ دہشت گرد دوسرے لوگ بھی ہیں۔لیکن مغربی دنیا کو مسلمانوں کا یہ مثبت امیج پسند نہیں آیا بلکہ آسٹریلیا میں کچھ لوگوں نے اس واقعہ پر جشن منایا۔ بہرحال نیوزی لینڈ واقعہ سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ مسلمان بھی مظلوم ہو سکتے ہیں۔اس کے بعد سری لنکا میں جو واقعہ ہوا وہ بہت ہی خوفناک اور افسوسناک واقعہ ہے۔معلوم ہوا ہے کہ داعش نے اس کی ذمہ داری قبول کر لی ہے۔داعش کے بارے میں ہمارا پہلے ہی یہ متفقہ موقف ہے کہ یہ امریکہ کا پالا ہوا گروپ ہے جس کا اصل مقصد اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنا ہے۔انہوں نے خلافت کے نام کو برباد کیا، اسلامی ریاست کے نام کو خراب کیا، جہاد کے نام کو خراب کیا۔داعش نے اسلام کو جتنا نقصان پہنچایا ہے اس پر دشمن بڑے خوش ہوں گے۔ یعنی امریکہ ہر دفعہ ایک نئے نام کا گروپ کھڑا کرتا ہے اس کے ذریعے اپنے مفادات حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔القاعدہ کے نام پر اس نے نائن الیون کا ڈراما رچایا اور پھر کچھ اور کام بھی کیے لیکن اس کے بعد داعش کے نام سے ایک نیا گروپ کھڑا کیا۔سری لنکا میں ہونے والا واقعہ بہت ہی افسوسناک ہے۔میرے خیال میں اس کے دو مقاصد ہو سکتے ہیں۔ایک یہ کہ بھارت سری لنکا کی خانہ جنگی میں پہلے بھی ملوث رہا ہے۔وہ وہاں تامل باغیوں کی پشت پناہی کرتا رہا ہے۔لہٰذا ہو سکتا ہے کہ اس سارے معاملے کے پیچھے بھارت ہو اور اس نے ایک تیر سے دو شکار کرنے کی کوشش کی ہو کہ ایک طرف سری لنکا میں اس کی خواہش کے مطابق فسادات بھی دوبارہ بھڑک اُٹھیں گے اور دوسری طرف سارا الزام بھی مسلمانوں پر آجائے گا۔ کیونکہ مسلمان کے بارے میں دنیا کو یہی بتایا گیا ہے کہ یہ دہشت گردی کے حملے کرتے ہیں۔دوسرا اس بات کا بھی پورا امکان ہے کہ داعش کی طرح کا کوئی نہ کوئی دہشت گرد گروپ امریکہ اور اس کی اتحادی ایجنسیوں نے سری لنکا میں بھی پیدا کر لیا ہو۔ہم سمجھتے ہیں کہ دہشت گردی مسلمانوں کا کام نہیں ہے اور نہ ہی اسلام اس کی اجازت دیتا ہے۔قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے کہ جس قوم کے ساتھ آپ کا معاہدہ ہو یا دوستی ہو اس کے خلاف آپ کوئی ایکشن لے ہی نہیں سکتے:

﴿وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ط﴾ (الانفال:58)

لہٰذا اسلام کیسے اجازت دے سکتا ہے کہ بے گناہوں کی جان لی جائے۔ہمیں اس پر یہ رائے قائم کرنی چاہیے کہ یہ انڈیا کا کیا دھرا ہے۔بھارت یہ حرکتیں پاکستان میں بھی کرتا ہے۔اگر وہ اس حوالے سے کسی مسلمان کا نام لے گا تو اسلام کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔

ایوب بیگ مرزا: سری لنکا کے واقعے میں ابھی واضح طور پر مسلمانوں پر کوئی بات نہیں آئی ہے بلکہ یہ بات بھارتی ایجنسی ''را'' پر گئی ہے اور بھارتی وزیر داخلہ پر بھی گئی ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ داعش نے ذمہ داری قبول کی ہے لیکن آج ذمہ داری قبول کرنے کو کوئی بھی سنجیدگی سے نہیں لیتا۔سری لنکا کے صدر نے کہہ دیا ہے کہ میں ٹارگٹ تھا اور میں بہت عرصے سے ''را'' کا ٹارگٹ ہوں۔یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ اس واقعہ کا کس کو فائدہ ہوا کس کو نقصان ہوا اور آنے والا وقت یہ بتائے گا کہ اس سے مسلمانوں کو کتنا نقصان پہنچا اور بھارت کو کتنا فائدہ پہنچا۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ تامل ٹائیگرز کے پیچھے کون تھا؟ جب تامل ٹائیگرز کی بغاوت اور دہشت گردی عروج پر تھی تو ان کو اسلحہ اور ٹریننگ کون دے رہا تھا؟ پھر نیپال کے پورے شاہی خاندان کو کس نے اڑایا تھا؟ ہمسایوں میں اس طرح کی حرکتیں کون کرتا ہے؟ اصل میں نیوزی لینڈ میں جب مسجد میں نمازیوں کو شہید کیا گیا تو اس کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ بھارت کے پاس ایک اچھا موقع تھا کہ وہ جواب میں عیسائیوں پر حملہ کروائے تاکہ الزام مسلمانوں پر جائے۔بہرحال سری لنکا واقعہ کے حوالے سے یہ تاثر عام ہو چکا ہے کہ اس کا ماسٹر مائنڈ بھارت کا وزیر داخلہ ہے۔

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

تھا جو نا خوب......

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

اب پاکستان کے عوام ٹیکسوں کی زد میں ہیں جس سے کوئی بھی نہ بچ سکے گا۔ پہلے تو موبائل فون کارڈوں پر ٹیکس بحال کر دیے گئے۔ پھر مژدہ سنایا کہ ریڑھی، پکوڑے والا، نائی، قصائی، دودھ فروش، ٹائر پنکچر والے، سبھی کا ٹیکس مشین سے جوس نکالا جائے گا تو پاکستان کی معیشت کے چہرے پر رونق آئے گی۔ اس دوران دواساز کمپنیاں عوام پر پوری ڈھٹائی سے چڑھ دوڑیں۔ یہ بھی مژدہ ہے کہ یکم مئی کو (مزدوروں کے عالمی دن میں غرباء سے ہمدردی کو) پٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں بھی اضافہ ہونے کو ہے۔ وزارتِ خزانہ آئی ایم ایف کے بندے کو تھما دی۔ حق بحق دار رسد۔ عبدالحفیظ شیخ نے معاشی فیصلوں کے لیے فری ہینڈ مانگا تھا، ہم نے دے دیا۔ سو یہ فری ہینڈ اب پھٹی جیبوں میں سے بھی ریزگاری تلاش کر کے پکوڑے والے کے تیل ملے نوٹ اور کمائی کے چند سکے نکال لے گا۔ لاہور میں پٹرول مہنگائی کے ہاتھوں گدھا رکشہ چلنے لگا۔ ترقی اور تبدیلی کی نئی راہیں، منزلیں ملاحظہ ہوں۔ دودھ فروش پر ٹیکس، دودھ میں پانی کی مقدار بڑھا دے گا۔ ہمارے خوش فہم تاجروں اور صنعت کاروں نے بیان دیا کہ، ہمیں امید ہے کہ حفیظ شیخ ایک عوام دوست بجٹ پیش کریں گے! اسد عمر تو منتخب رکن اسمبلی، عوام کے نمائندہ اور PTI کے ممبر تھے۔ انہیں پارٹی اور عوام کو جوابدہی کی فکر تھی۔ وہ بھی کہہ اٹھے کہ عوام کی چیخیں نکل جائیں گی (معیشت کا ایکسرے دیکھ کر بولے تھے)۔ عبدالحفیظ شیخ تو آئی ایم ایف دوست بجٹ ہی دے سکتے ہیں، جن کی نوکری پر وہ تشریف لائے ہیں دوبئی سے۔ دوبئی ایسے افراد کا ٹرانزٹ لاؤنج ہوا کرتا ہے جہاں وہ انتظار فرمائیے کے بورڈ تلے بیٹھے انتظار کرتے ہیں اپنی باری کا!

اس وقت حکومت ادھیڑ بن، اکھاڑ پچھاڑ کی زد میں ہے۔ تبدیلیاں ہی تبدیلیاں۔ تمام کابیناؤں، بیوروکریسی میں تبدیلیاں۔ حکومت چلانے والے تمام ہاتھ درجہ بدرجہ بدلے جا رہے ہیں۔ مشرف اور پچھلے ادوار کے مانگے تانگے کے وزراء، مشیر، غیر منتخب غیر نمائندہ افراد بھی بارات میں شامل۔ ریموٹ کنٹرول غلامی ہے۔ کہاں کی جمہوریت، کونسی سویلین حکمرانی۔ مسلم دنیا میں مملکتیں تو ریموٹ کنٹرول سے عالمی طاقتیں اور مقامی وردیاں مل کر چلاتی ہیں۔ سبھی اشرف غنی ہیں۔ صاف چلی شفاف چلی کا خواب چکنا چور ہو گیا۔ کہاں چلی۔ ہر پہیہ الگ الگ لڑھک کر انجر پنجر ڈھیلا ہو چکا۔ دل بہلانے کو جو جی میں آئے کہہ لیجیے۔ حقائق نہایت تلخ ہیں۔ بایں ہمہ عمران خان نے 25 اپریل کو تر و تازہ ٹویٹ میں فرمایا: ہم پاکستان کو ریاست مدینہ کے اصولوں پر تشکیل دینے کے حتمی مرحلے میں داخل ہو چکے ہیں۔ جس میں رحم، عدل و انصاف اور تکریم آدم سے آراستہ سماج میسر آئے۔ عمران خان نے ریاست مدینہ کس کتاب سے پڑھ رکھی ہے۔ قوم کو حوالہ تو دیں تاکہ ہم بھی اس بیان کا مطلب سمجھ سکیں۔ رحم، عدل و انصاف اور تکریم آدم کی بھاری بھر کم اصطلاحات کو پاکستان کے موجودہ نظام میں تلاش کرنا؟ لانا ہے جوئے شیر کا! وزیر اعظم کی اردو دانی اور تاریخ خوانی شدید مسائل کا شکار ہے۔ اسی طرح وہ بین الاقوامی رحمۃ للعالمین کانفرنس میں یہ کہہ بیٹھے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا انسانی تاریخ میں کوئی ذکر نہیں ملتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تو ہے۔ چلیے حضرت موسیٰؑ کا ذکر تو جمائما نے پڑھا دیا ہوگا۔ مگر قرآن اب خاتونِ اوّل ہی سے پڑھ لیا ہوتا تو سورۃ آل عمران، النساء، المائدۃ اور سورۃ مریم میں حضرت عیسیٰؑ کے مفصل تذکرے تو معلوم ہوتے۔ تحریک انصاف کو تاریخ، جغرافیہ، سیاسیات پر عبور تو اپنے چیئرمین کو 23 سالوں میں دے ہی دینا چاہیے تھا۔ تاکہ جاپان جرمنی کی سرحدیں نہ ملا دیتے۔ یہ یاد رہتا کہ انہیں ایران سے آ کر دہشت گردی کا ارتکاب کرنے والے گروہ پر شدید احتجاج کرنا اور سدِ باب کی راہ بنانی تھی، نہ کہ وہاں کھڑے ہو کر قومی سلامتی کے منافی بیان دے کر مشکلات میں گھری ریاست کے لیے اندر کی گواہی فراہم کرنی تھی! (ایران میں دہشت گردی کے گروپ پاکستان سے آپریٹ کر رہے ہیں!)۔

رمضان آنے کو ہے۔ مہنگائی ابھی سے ہوش اڑائے دے رہی ہے۔ ایسے میں قوم کو دسترخوانوں کی خوشخبری نہ دیں۔ اپنے عوام کو ٹیکسوں کے شکنجے اور مہنگائی کے دو پاٹوں میں جکڑ کر عزت کی روٹی سے محروم کر کے سرکاری شیلٹروں اور دسترخوانی میزبانی کے فقیر نہ بنائیں۔ رہی سہی عزت نفس تصاویر کھینچ کر اور ویڈیوز کی تشہیر سے جاتی رہے گی۔ باعزت روزگار عوام کی ضرورت ہے۔ بنیادی ضروریات زندگی کی سستائی عوام کا حق ہے۔ دنیا جس حال میں ہے دیکھ لیجیے۔ 2011ء میں تیونس میں پھل کی ریڑھی والے نوجوان (26 سالہ، بیوہ ماں اور 6 بہن بھائیوں کا واحد کفیل) نے خودسوزی کر لی تھی ایسی ہی زبوں حالی پر۔ (ریڑھی کا پرمٹ نہ تھا) یہ وہ واقعہ تھا جس نے پوری عرب دنیا کے (کٹھ پتلی) حکمرانوں پر عرب بہار مسلط کر دی تھی۔ زین العابدین کی حکومت ختم ہو گئی۔ عالمی سازشوں نے اس بہار کو خزاں میں جو بدلا تو مصر، لیبیا، الجزائر، تیونس، یمن، سبھی کا حال دیکھ لیجیے۔ فرانس میں پانچ ماہ سے ٹیکسوں اور ضروریات زندگی کی گرانی پر مسلسل ہونے والے پیلی جیکٹ مظاہرے دیکھ لیجیے۔ جس سے اظہار یک جہتی کو آئرلینڈ، بلجیم، پرتگال کے عوام بھی اٹھے۔ آئرلینڈ میں گھروں کی گرانی اور قلت پر عوام سیخ پا ہیں۔ فرانس میں معیشت پر ان مظاہروں کا کئی ملین ڈالر کا خسارہ مزید لد گیا ہے۔ ایک سروے کے مطابق رپورٹ تھی کہ 70 فیصد عوام کا یہ کہنا ہے کہ ٹیکس انہیں آخری حد تک نچوڑے دے رہے ہیں۔ متوسط طبقے کی اس تحریک میں طلبہ، کسان، طبی عملہ، ڈرائیور سبھی شامل ہیں۔ ملک گیر اس تحریک میں 1.86 ملین ممبر ہونے کا دعویٰ ہے۔ عالمی حالات سوشل میڈیا کے ذریعے سبھی کی دسترس میں ہیں۔ یہ چھوت کی بیماری کی طرح سرحدیں پار کر جایا کرتے

ہیں۔ عوام کو بیانات سے بہلانے اور سہانے مستقبل کے خواب دکھا کر ٹرخانے کی بجائے فوری اقدامات کی ضرورت ہے۔

ایک طرف طبقہ امرا، اشرافیہ، سول ملٹری تعشیات بھری ہاؤسنگ سوسائیٹیوں، فارم ہاؤسز میں دادِ عیش دے رہا ہے۔ دوسری طرف بنیادی ضروریات سے محروم نصف سے زیادہ آبادی خط غربت سے نیچے بیٹھی منہ تک رہی ہے۔ تعلق باللہ، صبر شکر مشکل حالات سے گزرنے کے معاون ہوا کرتا تھا۔ اس کا ہر سطح پر قلع قمع کرنے کا حکومت اداروں، نظام تعلیم نے ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ اخلاقی حالات نوجوان نسل کے دیکھنے ہوں تو مستقبل کے پاکستان کے مقدر میں سیاہی بھرتی مسلسل رپورٹس کافی ہیں۔ انگریزی اخباروں میں ہراسانی کے عنوان کے تحت مادر پدر آزاد، مخلوط معاشرت کے نتائج دیکھے جاسکتے ہیں۔ لاہور میں ہونے والے پاکستانی تاریخ کے سب سے بڑی موسیقی فیسٹول، جس میں عالمی سطح کے نامور بین الاقوامی گویے مدعو تھے۔ اس کا حال (حوصلہ ہو تو) پڑھ دیکھئے۔ سولیس فیسٹول جو 13 اپریل کو منعقد ہوا، ڈان نے اس میں نوجوان لڑکی کی آپ بیتی شائع کی ہے۔ انگریزی زبان ہی شرمناک واقعات کا نشانہ بننے والی کے احوال کی متحمل ہوسکتی ہے۔ راقمہ تو اسے اردو زبان کا جامہ پہنانے سے قاصر ہے۔ حیا مانع ہے۔ لڑکی اور اس کی بہن اپنے دوستوں کے ساتھ اس میں شریک ہوئیں۔ سکیورٹی گارڈوں سمیت ہجوم نے جس سلوک کا انہیں نشانہ بنایا، بقول ان کے، ان کے دوست بھی انہیں تحفظ دینے سے قاصر تھے۔ منتظمین نے بھی جان چھڑالی کہ اگر پاکستانی ایسا رویہ اختیار کریں گے تو یہاں ایسے پروگرام کیونکر منعقد ہو سکیں گے۔ ریاست مدینہ میں تکریم بنت حوا (جو برضا و رغبت پینٹیں کسے، اپنے مرد دوستوں کے ساتھ وہاں گئیں۔ حکومتی سرپرستی بھی ایسے پروگراموں کو خوب حاصل ہے)، وزیر اعظم کے فرمودہ رحم اور عدل و انصاف کے یہ مناظر ہمارا بھیانک اخلاقی، معاشرتی، تہذیبی ایکسرے دکھا رہے ہیں۔

تھا جو ناخوب بتدریج وہی خوب ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتے ہیں قوموں کے ضمیر

☆☆☆

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(25 اپریل تا یکم مئی 2019ء)

جمعرات (25 اپریل) کو صبح 9 بجے سے نمازِ ظہر تک مرکز تنظیم اسلامی ''دارالاسلام'' میں مرکزی مجلس عاملہ کے ہفتہ وار اجلاس میں شرکت کی۔ جمعہ (26 اپریل) کو بعد نمازِ عصر تا عشاء قرآن اکیڈمی میں مدرسین کورس کے شرکاء کو کتابچہ بعنوان ''قرآن کے نام پر اٹھنے والی تحریکات اور ان کے بارے میں علماء کرام کے خدشات'' کا اجتماعی مطالعہ کرایا۔ ہفتہ (27 اپریل) کو صبح 9 بجے مرکز ''دارالاسلام'' میں تنظیم اسلامی کی توسیعی عاملہ کے اجلاس کی پہلی نشست کی صدارت کی۔ بعدازاں دوپہر 12 بجے تا نمازِ ظہر دین حق ٹرسٹ کے بورڈ آف گورنرز کے اجلاس میں شرکت کی۔ اسی روز بعد نمازِ عصر مرکز ''دارالاسلام'' میں تنظیم اسلامی کی مرکزی مجلس شوریٰ کے اجلاس کی پہلی نشست کی صدارت کی، جو نمازِ عشاء تک جاری رہی۔ اتوار (28 اپریل) کو صبح 9 بجے سے رات نمازِ عشاء تک مرکز ''دارالاسلام'' میں مجلس شوریٰ کے اجلاس کی دوسری نشست میں شرکت کی۔ سوموار (29 اپریل) کو صبح 8:30 سے نمازِ ظہر تک مرکز ''دارالاسلام'' میں توسیعی عاملہ کے اجلاس کی دوسری نشست کی صدارت کی۔

منگل (30 اپریل) کو صبح 10 بجے قرآن اکیڈمی میں ڈاکٹر اکبر سعید ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ ملی مجلس شرعی کے ایک متوقع اجلاس کے انتظامات کے حوالے سے گفتگو ہوئی۔ بعدازاں مکتبہ جدید پریس کے جناب حسن رشید سے ملاقات رہی۔ اس کے بعد نمازِ ظہر تک قرآن اکیڈمی میں اہم دفتری امور نمٹائے۔ اسی روز بعد نمازِ مغرب قرآن اکیڈمی میں مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کی مجلس شوریٰ کے سہ ماہی اجلاس میں شرکت کی۔ بدھ (یکم مئی) کو صبح 10:30 سے نمازِ ظہر تک قرآن آڈیٹوریم میں تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام منعقدہ سیمینار بعنوان 'رمضان، قرآن اور پاکستان' کی صدارت کی۔ پروگرام کے آخر میں موضوع کی مناسبت سے خطاب بھی کیا۔ (مرتب: محمد خلیق)

ضرورت رشتہ

☆ آسٹریلیا میں مقیم، شیخ فیملی سے تعلق، ڈاکٹر، عمر 38 سال، کو عقد ثانی (پہلی بیوی سے علیحدگی) کے لیے دینی مزاج کی حامل، ہم پلہ، گھریلو، سلیقہ مند لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0320-5636932

☆ سرگودھا میں رہائش پذیر ہاشمی گھرانے کو اپنی بیٹیوں، عمر 30 سال، تعلیم بی اے ربی ایڈ، عمر 27 سال تعلیم بی اے، صوم صلوٰۃ کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل لڑکوں کے رشتے درکار ہیں۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0342-8629525

☆ ہاشمی فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 33 سال، سعودیہ میں نیٹ ورک ڈیزائنر، قد 5 فٹ 11 انچ تنخواہ تقریباً 2 لاکھ روپے ماہوار کے لیے دینی مزاج کی حامل دراز قد لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔ برائے رابطہ: 0342-8629525

☆ راولپنڈی کے رہائشی رفیق تنظیم کو اپنی بہنوں، عمر 27 سال اور 23 سال، تعلیم بی سی ایس، گھریلو امور کی ماہر کے لیے راولپنڈی اور اس کے مضافات سے برسر روزگار، تعلیم یافتہ، دینی مزاج کے رشتے درکار ہیں۔

برائے رابطہ: 0302-8010046

☆ بیٹی، صوم وصلوٰۃ کی پابند، عمر 24 سال، قد 5 فٹ 4 انچ، تعلیم بی کام، ایل ایل بی کے لیے دینی مزاج کے حامل برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ والدین رابطہ کریں۔ برائے رابطہ: 0044-7522227520

خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی!

ڈاکٹر ضمیر اختر خان

اخبارات میں جامعہ کراچی میں منعقدہ ''پاکستانیت کانفرنس'' کے حوالے سے دفاع پاکستان پر مامور اداروں کے سربراہ کا بیان پڑھ کر حیرت ہوئی کہ اتنے بڑے منصب پر فائز شخص اسلامی جمہوریہ پاکستان کے نظریاتی تشخص کے حوالے سے ابہام کا شکار ہے۔ افواج پاکستان کو دنیا کی دیگر افواج سے ممیز کرنے والی چیز ان کی نظریاتی طاقت ہے۔ ہماری سپہ کا منشور (Motto) ایمان، تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ عسکری قیادت پر یہ واضح ہونا چاہیے کہ مسلم سپہ کو صرف ایک جذبہ متحرک رکھتا ہے اور وہ ہے جذبۂ جہاد اور شوق شہادت۔ یہی جذبہ دشمنوں کو بہت چبھتا ہے۔ اگر اس ضمن میں کوئی کمزوری دکھائی گئی تو عساکر پاکستان کے Morale پر اس کا منفی اثر پڑے گا۔ افواج پاکستان کا ایک مشترک ادارہ ہے جسے جوائنٹ سٹاف ہیڈ کوارٹرز کہتے ہیں۔ اس کے سربراہ افواج پاکستان کے سب سے سینئر افسر ہوتے ہیں جنہیں چیئرمین جوائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی کہا جاتا ہے۔ پاکستانیت کانفرنس میں انہوں نے جو خطاب فرمایا اس کی رپورٹنگ اس طرح ہوئی ہے: ''دنیا کی کوئی طاقت پاکستان کو ختم نہیں کر سکتی، نوجوانوں نے پاکستان کا پرچم تھامے رکھنا ہے، بھارت میں مسلمانوں کے گھر جلائے جاتے ہیں، پاکستان ہمیشہ مسلمان ملک رہے گا، نیشنل ازم کو ابھارنے کی ضرورت ہے''۔ اس رپورٹ میں جس چیز نے ہمیں پریشان کیا وہ ''نیشنل ازم'' ہے۔ جس نیشنل ازم کو ابھارنے کی ترغیب دی گئی ہے اس کے بارے اسی خبر میں آگے چل کر یہ کہا گیا ہے کہ ''ہم 70 سال پہلے قوم بنے ہیں''۔ ان سطور کے ذریعے یہ واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ ہم 70 سال نہیں بلکہ 1400 سال پہلے ''قوم رسول ہاشمی'' بنے تھے۔ ہماری قومیت کی اساس وطن نہیں بلکہ اسلام ہے۔ اسلام میں کسی ''ازم'' کی گنجائش نہیں ہے۔ نبی ﷺ سے پہلے جتنے نبی و رسول آئے وہ تو اپنی اپنی قوموں کو دعوت اسلام دیتے تھے لیکن نبی ﷺ چونکہ آخری نبی و رسول ہیں اور آپ تمام انسانوں کے لیے مبعوث کیے گئے ہیں، اس لیے آپ کی دعوت کسی ایک قوم کے لیے نہیں بلکہ ساری نوع انسانی کے لیے ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ''آپ کہہ دیجیے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہوں، جس کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے نبی امی پر جو کہ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کا اتباع کرو تاکہ تم راہ پر آ جاؤ''۔ (سورۃ الاعراف: 158)

یہ آیت رسول اللہ ﷺ کی عالم گیر رسالت کے اثبات میں بالکل واضح ہے۔ گویا حضور کی نبوت و رسالت پوری نوع انسانی کے لیے ہے نہ کہ کسی خاص قوم کے لیے۔ لہٰذا آپ کی امت آفاقی ہے۔ اسی لیے شاعر اسلام علامہ اقبال نے بڑے واشگاف انداز میں کہا تھا:

اپنی ملّت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی!

اسی طرح قائداعظم محمد علی جناح نے بھی پاکستان کی نسبت سے کہا تھا: ''جب برصغیر کا پہلا شخص مسلمان ہوا تھا پاکستان اسی دن بن گیا تھا'' (روایت بالمعنیٰ)۔ قومیت (Nationality) اور قوم پرستی (Ntionalism) میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ہمارا اعتراض قومیت پر نہیں ہے کیونکہ وہ ایک فطری حقیقت ہے۔ ہم قومی خیر خواہی کے بھی مخالف نہیں ہیں، بشرطیکہ وہ قومی تعصب اور اپنی قوم کی بے جا پاسداری اور دوسروں سے نفرت کی حد تک نہ جا پہنچے۔ ہم قومی آزادی کو بھی صحیح سمجھتے ہیں کیونکہ اپنے معاملات کو خود انجام دینا اور اپنے گھر کا آپ انتظام کرنا ہر قوم کا حق ہے اور ایک قوم پر دوسری قوم کی حکومت درست نہیں ہے۔ دراصل جو چیز ہمارے نزدیک قابل اعتراض بلکہ قابل نفرت ہے، وہ قوم پرستی (Nationalism) ہے۔ اس قوم پرستی کی کوئی حقیقت اس کے سوا نہیں ہے کہ یہ قومی خود پرستی کا دوسرا نام ہے۔ اگر ایک سوسائٹی کے اندر اس شخص کا وجود ایک لعنت ہے جو اپنے نفس اور اپنی غرض کا غلام ہو اور اپنے مفاد کے لیے سب کچھ کر گزرنے کے لیے تیار ہو۔ اگر ایک بستی کے اندر وہ خاندان ایک لعنت ہے جس کے افراد اپنے خاندانی مفاد کے اندھے پرستار ہوں اور جائز و ناجائز تمام ذرائع سے بس اپنا بھلا کرنے پر تلے ہوئے ہوں، اگر ایک ملک کے اندر وہ طبقہ ایک لعنت ہے جو اپنی طبقاتی خود غرضی میں اندھا ہو رہا ہو اور دوسروں کے بھلے برے کی پرواہ کیے بغیر صرف اپنے فائدے کے پیچھے پڑ جائے تو آخر انسانیت کے وسیع دائرے میں وہ خود غرض قوم ایک لعنت کیوں نہیں ہے جو اپنے قومی مفاد کو اپنا خدا بنا لے اور ہر جائز و ناجائز طریقے سے اس کی پوجا کرنے لگے؟ انسانی ضمیر یہ گواہی دے گا کہ تمام خود غرضیوں اور نفسانیتوں کی طرح یہ قومی خود غرضی و نفسانیت بھی یقیناً ایک لعنت ہے، مگر تہذیب جدید نے تمام قوموں کو اسی لعنت میں مبتلا کر دیا ہے اور اس کی بدولت ساری دنیا ایسے قومی اکھاڑوں میں تبدیل ہو گئی ہے جن میں سے ہر اکھاڑے کی دوسرے اکھاڑے سے دشمنی ہے اور دو عالمگیر دنگل ہو چکنے کے بعد تیسرے دنگل کے دہانے پر کھڑی ہے۔ ایسے میں پاکستانی قوم پرستی (Pakistani Nationalism) کا نعرہ بلند کرنا پاکستان کے مقصد وجود کی نفی کرنا ہے۔ پاکستان دو قومی نظریے کی بنیاد پر وجود میں آیا تھا جو وطنی قومیت کے نظریے کی کامل نفی کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی ملک قائم تو ہو کسی نظریے کی کامل نفی کی اساس پر اور پھر اس کے استحکام کے لیے وہی نظریہ جڑ بنیاد کا کام دے سکے؟ تحریک پاکستان اس نظریے پر چلائی گئی تھی کہ مسلمانان ہند ایک علیحدہ قوم ہیں، اس لیے کہ ان کی قومیت کی اساس مذہب پر ہے۔ انہیں اپنے جداگانہ قومی تشخص کے بقاء کی ضمانت کے طور پر الگ ملک درکار ہے۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مسلمانوں کے مزاج اور افتادِ طبع کی ایک مستقل ساخت ہے، جس میں زمین کی پرستش اور ''وطن'' کے تقدس کے تصور کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ گویا مسلمان کی شخصیت کا خمیر جس مٹی سے اٹھا ہے اس میں ''حب وطن'' کا مادہ تو ہو سکتا ہے مگر ''وطن پرستی'' کا امکان نہیں ہے۔ بقول پروفیسر مرزا محمد منور ''ہندو کلچرز مین میں

گڑا ہوا اور زمین سے بندھا ہوا (Earth rooted and earth bound) ہے''۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ہاں زمین ''دھرتی ماتا'' کی حیثیت رکھتی ہے اور ''بھارت کی جے'' کے نعرے سے ان کے جذبات میں ابھار اور احساسات میں ارتعاش پیدا ہو جاتا ہے، جبکہ مسلمان کے دل میں زمین کے مقدس یا دیوتا ہونے کا کوئی تصور موجود نہیں ہے۔ اس کا مزاج ''آفاقی'' ہے اور اس کے جذبات میں گرمی اور احساسات میں ہلچل ''اللہ اکبر'' کے نعرے سے ہوتی ہے۔ مفکر و مصور پاکستان علامہ اقبال نے جہاں دورِ جدید کے اس شرک پر یہ کہہ کر کہ ''ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے'' ضرب ابراہیمی لگائی تھی، وہاں اس ''قیدِ زمینی'' کے تصور پر بھی نہایت زوردار تیشہ چلایا تھا۔ وہ کہتے ہیں:

''ہو قید مقامی تو نتیجہ ہے تباہی
رہ بحر میں آزادِ وطن صورتِ ماہی
ہے ترکِ وطن سنتِ محبوبِ الٰہی
دے تو بھی نبوت کی صداقت کی گواہی
گفتار سیاست میں وطن اور ہی کچھ ہے
ارشاد نبوت میں وطن اور ہی کچھ ہے''

ہمارے نزدیک اسلام ان لوگوں کی جائیداد نہیں ہے جو پہلے سے مسلمان ہیں، بلکہ اللہ نے یہ نعمت ان سب کے لیے بھیجی ہے جو انسان پیدا ہوئے ہیں، خواہ وہ روئے زمین کے کسی خطے میں بستے ہوں۔ اس بنا پر ہمارا مقصد محض مسلمانوں ہی کی نہیں بلکہ پوری نوعِ انسانی کی زندگی کو دینِ حق پر قائم کرنا ہے۔ مقصد کی یہ وسعت آپ سے آپ تقاضا کرتی ہے کہ ہماری اپیل عام رہے اور کسی مخصوص قوم کے مفاد کو مدنظر رکھ کر کوئی ایسا طرزِ عمل نہ اختیار کیا جائے جو اسلام کی اس عام اپیل کو نقصان پہنچانے والا ہو۔ مسلمانوں سے ہماری دلچسپی اس بنا پر نہیں ہے کہ ہم ان میں پیدا ہوئے ہیں اور وہ ہماری قوم ہیں بلکہ ان کے ساتھ ہماری دلچسپی کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ اسلام کو مانتے ہیں، دنیا میں اس کے نمائندے سمجھے جاتے ہیں، نوعِ انسانی تک اس کا پیغام پہنچانے کے لیے انہی کو ذریعہ بنایا جا سکتا ہے اور دوسروں کے لیے اس پیغام کو مؤثر بنانا اس کے بغیر ممکن نہیں ہے کہ جو لوگ پہلے سے مسلمان ہیں وہ اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی میں پورے اسلام کا صحیح نمونہ پیش کریں۔ اس بنا پر ہم مسلمانوں کے قومی تحفظ کو صرف اس لیے ضروری نہیں سمجھتے کہ دوسری قوموں کی طرح اس قوم کا بھی امتیازی وجود برقرار رہے بلکہ اس کا تحفظ ہمیں صرف اس لیے مطلوب ہے کہ یہ قوم دنیا میں حق کی شہادت ادا کرنے کے لیے قائم و دائم رہے۔ ہم نے پاکستان کی صورت میں ایک آزاد مملکت کا قیام بھی چاہا تو اس غرض سے نہیں کہ روئے زمین پر ایک اور سعودی عرب یا ایک اور ترکی یا مصر یا ایران کا اضافہ ہو جائے بلکہ صرف اس غرض سے کہ ایک خالص اسلامی ریاست قائم ہو جو اسلامی نظامِ زندگی کا مکمل نمونہ دنیا کے سامنے پیش کرے۔ جو لوگ پاکستان کی اس حیثیت کو نہیں سمجھتے وہ اسلام اور مسلم قومیت کو گڈمڈ کرتے ہیں یا قوم کو دین پر مقدم رکھتے ہیں یا دین کی بجائے صرف قوم سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ یہی مغالطہ (Confusion) انہیں قوم پرستی (Nationalism) کا نعرہ لگانے پر آمادہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر طرح کی کج فکری اور مغالطوں سے محفوظ رکھے۔ آمین!

بیابہ مجلس اسرار

اہل ایمان کے اتحاد کی بنیاد: کتاب اللہ

موجودہ حالات میں ہر چہار طرف سے مسلمانوں سے یہ بات کہی جا رہی ہے کہ انہیں متحد ہو جانا چاہیے، اور انہیں اپنے سارے اختلافات ختم کر دینے چاہئیں۔ یہ بات اصولی طور پر تو درست ہے، لیکن اتحاد کی بات کرنے والے یہ نہیں بتاتے کہ بنائے اتحاد کیا ہو؟ وہ کون سی چیز ہے جس کی بنیاد پر ہم مجتمع ہو سکتے ہیں؟ صرف خطرے کی بنیاد پر جو اتحاد ہوتا ہے وہ منفی اتحاد ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں یہ منفی اتحاد بہت ہوئے ہیں، اور آپ کو معلوم ہے کہ آج تک ان منفی اتحادوں کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ تو ضرورت مثبت اتحاد کی ہے، جس کے لیے کوئی ٹھوس بنیاد ہو۔ قرآن حکیم نے اہلِ ایمان کے لیے اتحاد کی بنیاد یہ بتائی ہے کہ وہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں۔ سورۂ آلِ عمران میں فرمایا: ﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾ (اللہ کی رسی کو مجتمع ہو کر مضبوطی سے تھام لو اور تفرقے میں نہ پڑو!) اب غور طلب بات یہ ہے کہ وہ ''حبل اللہ'' کون سی ہے جسے مضبوطی سے تھاما جائے؟ ایک طویل حدیث نبوی کے اِس ٹکڑے میں حضور ﷺ کی طرف سے اسی کی وضاحت ہے: ((هُوَ حَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِيْنُ)) کہ یہ قرآن مجید ہی اللہ کی وہ مضبوط رسی ہے جسے تم نے تھامنا ہے۔ یہی وہ مرکز ہے کہ اس کے قریب تر آؤ گے تو ایک دوسرے سے بھی جڑتے چلے جاؤ گے، اور اس سے دور ہٹتے جاؤ گے تو تمہارے اندر اضطراب، اختلاف اور انتشار اور تشتت بڑھتا چلا جائے گا۔

تو واقعہ یہ ہے کہ ان حالات میں اصل ضرورت اس بات کی ہے کہ قرآن حکیم کی طرف ہمارا رجوع ہو۔ ہماری تقدیر اس وقت تک نہیں بدلے گی جب تک اس قرآن کے ساتھ ہم اپنے تعلق کو ازسرِنو مضبوط نہیں کر لیتے۔ جب تک ہم اس قرآن کا حق ادا نہیں کریں گے، اس وقت تک صرف ساز و سامان ہمارے لیے مفید نہیں ہوگا۔ ساز و سامان دوسروں کے حق میں مفید ہو سکتا ہے، لیکن اس امت کے لیے یہ اس وقت مفید ہوگا جب یہ اپنے مرکز کے ساتھ بھی وابستہ ہو جائے۔ اور ہمارا مرکز، جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں قرآن ہے۔ ہمارے اتحاد کی اگر کوئی بنیاد ہے تو قرآن ہے۔ ہمارے عروج و بلندی کے لیے اگر کوئی زینہ ہے تو قرآن ہے۔ اور ذلت و رسوائی سے نجات کا کوئی راستہ ہے تو قرآن ہے۔ ہماری قسمت اسی کتاب کے ساتھ وابستہ ہے۔ اگر کوئی راستہ کھلے گا تو اسی کے ذریعے سے کھلے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اس کتاب کو حرزِ جان بنانے اور اس کے جملہ حقوق جو ہم پر عائد ہوتے ہیں، کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے۔

اسلامی تہذیب کی بقاء، ہر مسلمان کی ذمہ داری

حافظ محمد سیف الاسلام مدنی

اسلام دنیا کا سچا مذہب ہے اور اللہ رب العالمین نے مسلمانوں کو ایک بہترین نظام دیا ہے، ایک قانون دیا ہے جو زندگی کے ہر شعبہ میں انسانیت کی رہنمائی کو محیط ہے۔ نکاح وطلاق، حیات وممات، معاشرت، حسن اخلاق، احسان کے تمام شعبوں میں جو رہنمائی مذہب اسلام نے کی ہے کسی اور مذہب میں اس کی نظیر تلاش کرنا وقت کو ضائع کرنے کے مترادف ہے۔

اقوام عالم میں مسلمان وہ قوم ہے جو سب سے زیادہ مہذب ہے اور سب سے اچھی تعلیم وتہذیب رکھتی ہے۔ مسلمانوں کی ایک شان ہے دیگر مذاہبِ باطلہ سے۔ مذہب، اسلام کو نمایاں اور عالمی نقشہ پر مسلمانوں کی شناخت کو واضح کرتا ہے۔ ایک دور تھا جب مسلمان نکاح و طلاق، تربیت اولاد، کھانے پینے اور ایک دوسرے کے حقوق کی رعایت کرنے میں اسلامی تہذیب وثقافت پر عمل کرنے والے تھے لیکن وقت کے ساتھ حالات نے مسلمانوں سے ان کی تہذیب چھین لی اور مسلمان اغیار کے طرز کو فالو کرنے لگے اور اسلامی تعلیمات سے کنارہ کش ہونے لگے، یہی وجہ ہے کہ آج پورے عالم میں مسلمان پسپا ہو رہا ہے اور باطل دن بدن عروج پر جا رہا ہے۔

جو چیزیں خالص مسلمانوں کے لیے تھیں اور جن تعلیمات پر خاص طور سے اہل اسلام کو عمل کرنا چاہیے تھا، آج ان تعلیمات پر غیر قومیں عمل کر کے اپنے لیے ترقی کی راہ ہموار کر رہی ہیں۔ مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ اگر تم کسی قوم کو دیکھو کہ وہ ناحق ہونے کے باوجود، ترقی کر رہی ہے تو سمجھ لو کہ کوئی حق چیز ان کے ہاتھوں لگ گئی ہے۔

آج یورپ اور امریکہ مادیات میں ترقی کر رہے ہیں اور وہاں کی خاص بات ہے کہ وہاں ان کے لوگ محنتی، جفاکش، امانت دار، دیانت دار اور صفائی پسند ہیں۔ ان کے اندر معاملات کی صفائی موجود ہے۔ وہ وقت کا استعمال صحیح طور پر کرنا جانتے ہیں برخلاف مسلمانوں کے کہ یہ تمام کام انہی کے تھے مگر مسلمانوں کی توجہ اس طرف سے یکسر ہٹ گئی۔ یہ اور بات ہے کہ یورپ اور امریکہ کے اندر جنم لینے والی برائیوں سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لبرل ازم، روشن خیالی، الحادی اور ارتدادی نظریات انسانی حقوق کی پامالی، فحاشی، عریانیت، جنسی بے راہ روی ان ممالک میں عروج پر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی یہ صفات بھی ایک اچھا اور قابل تقلید معاشرہ تشکیل نہ دے سکیں۔ بہر حال ان برائیوں کے باوجود ان ممالک کی اچھی باتوں سے چشم پوشی نہیں کی جا سکتی۔

افسوس اس بات کا ہے آج مسلم اقوام میں بھی مغربی تہذیب کی یہ برائیاں تیزی سے پھیل رہی ہے اور برصغیر کے جمہوری اور اسلامی ممالک میں آزاد خیالی کے نعرے لگائے جا رہے ہیں اور مغرب کی تہذیب کو باقاعدہ طور پر فالو کیا جا رہا ہے حالانکہ اسلام کی اپنی ایک تعلیم اور تہذیب ہے جس میں انسانیت کے حقوق کی رعایت بھی ہے، معاشرہ کے اندر سے بے حیائی کے خاتمے کے لیے قیمتی تعلیمات موجود ہیں۔ نکاح وتقریبات کے موقع پر ہونے والی خرافات کے سدباب کے لیے لگام بھی ہے اور انسانیت کی تعلیم وتربیت کے لیے انمول خزانہ بھی۔

سید الکونین جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب تمہاری اولاد 5 برس کی ہو جائے تو اس کی تعلیم کا انتظام کرو، اور تمہاری اولاد کا جو پہلا کلمہ ہو وہ لا الہ الا اللہ ہو۔

ہم نے اپنی اولاد کو شیر خواری میں ہی انگریزوں کی تعلیمات سکھائیں۔ کچھ وقت گزرنے کے بعد لڑکپن میں ہی موبائل کا قیمتی تحفہ دیا اور ٹی وی پر من چاہا پروگرام دیکھنے کی کھلی اجازت دی تو کیا بڑا ہو کر ان کی یہ عادتیں چھوٹ جائیں گی۔

ایک وہ مائیں تھیں جو اپنے بچوں کو دودھ بھی پلایا کرتی تھیں تو "حسبی ربی جل اللہ، مافی قلبی غیر اللہ" کی صدائیں لگایا کرتی تھیں اور دودھ کے ایک ایک قطرہ کے ساتھ ان بچوں کے اندر اسلامی تہذیب اور توحید کی معرفت بھی داخل ہوا کرتی تھی۔

بے حیائی اور عریانی ولبرل خیالی اب مسلمانوں کے اندر بھی تیزی سے جگہ بنا رہی ہے۔ شادی بیاہ کی وہ تقریبات جو خالص اسلامی اور سنت رسول ﷺ کے مطابق ہونی چاہیے، ان تقریبات میں بے حیائی کا سیلاب امنڈا ہوا ہے۔ یہاں ایک ہی پنڈال اور ایک ہی مقام پر مردوں اور عورتوں کا ہجوم ہوتا ہے۔ ان تقریبات میں ایک اجنبی شخص کے ذریعے عورتوں کی مجلس میں جا کر ان کی ویڈیو گرافی بھی تیار کی جاتی ہے اور شرم وحیاء کا جنازہ نکالا جاتا ہے حالانکہ حیاء کو اسلام کا ایک اہم شعبہ قرار دیا گیا ہے۔ اکثر زناکاری اور عورتوں کی عصمتیں بے حیائی کی وجہ سے نیلام ہوتی ہیں۔

اسلام نے عورتوں کو پردہ کا حکم دیا ہے اور مردوں کو نگاہ نیچی رکھنے کا، مگر نہ تو ہمارے قوم کے مردوں میں اس کی فکر ہے اور نہ عورتوں کو۔

آج کی مسلم خواتین نقاب میں بھی اس قدر جاذب نظر دکھائی دیتی ہیں کہ وہ لوگوں کی نگاہوں کا مرکز بن جاتی ہیں۔ اسلام میں برقع فرض نہیں، پردہ فرض ہے مگر خواتین اسلام لوگوں کی بھیڑ میں ایسے نقاب اور ایسے لباس زیب تن کرتی ہیں جو مردوں کی جستجو کو مزید بڑھا دیتا ہے۔

عورتوں کے بارے میں اسلامی تعلیم یہ ہے کہ جب وہ ضرورت کی وجہ سے گھر سے باہر نکلے تو آرائش کا اظہار نہ کرے، عام گزرگاہ سے بچ کر کنارے چلا کرے، اجنبیوں سے ضرورتاً بات کرتے وقت آواز میں کشش اور شیرینی نہ ہو۔

یہ وہ تعلیمات ہیں جو ایک بہتر معاشرہ بنانے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ اخلاق وگفتار میں اسلامی تعلیم یہ ہے کہ سب سے زیادہ سچائی کو پسند کیا جائے اور جھوٹ سے بچا جائے۔ نبی پاک ﷺ نے سچائی کا انجام جنت اور جھوٹ کا انجام دوزخ کو بتایا ہے (بخاری ومسلم)۔

قرآن کریم نے سیدھی اور سچی بات کو اعمال کی درستی اور گناہوں کی معافی کی ضمانت قرار دیا ہے۔ اس لئے کہ انسان جو کچھ بولتا ہے دنیا میں تو وہ رنگ لاتا ہی ہے، آخرت کے لئے بھی اس کے یہ بول محفوظ ہو جاتے ہیں۔ عنقریب جس کا حساب لیا جائے گا انسانوں سے گفتگو کے آداب میں یہ بھی ہے کہ نرم گفتگو کی جائے اور درشتی سے پرہیز کیا جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو جب فرعون کے پاس دعوت ایمان دینے کے لئے بھیجا گیا تو خاص طور پر نرم کلامی کی ہدایت کی گئی (سورہ طٰہٰ)۔

کسی کے گھر میں جانے کے وقت اسلام ہماری

(باقی صفحہ 5 پر)

رجوع الی القرآن کورسز کی اختتامی تقریب

مرتضیٰ احمد اعوان

20اپریل 2019ءکو رجوع الی القرآن پارٹ ون اور ٹو کی اختتامی تقریب قرآن اکیڈمی میں منعقد ہوئی۔ جس میں کورس سے فارغ ہونے والے طلبہ میں اسناد تقسیم کی گئیں۔ صدر انجمن ڈاکٹر ابصار احمد صاحب، امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب اور ناظم اعلیٰ ڈاکٹر عارف رشید تقریب میں بطور مہمان شریک ہوئے اور طلبہ میں اسناد تقسیم کیں۔ ایک سالہ کورس کے استاد ملک شیر افگن نے سٹیج سیکرٹری کے فرائض سرانجام دیے۔

سٹیج سیکرٹری شیر افگن نے کورس میں پڑھائے جانے والے مضامین کا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ محترم رشید ارشد نے پارٹ ون میں احادیث کی دو کتابوں کا مطالعہ کروایا۔ جبکہ محترم آصف حمید نے آسان عربی گرامر کی تدریس کی جس کی ویڈیو ریکارڈنگ بھی کی گئی۔ محترم مومن محمود نے ترجمہ قرآن اور سیرتِ نبویؐ، مفتی ارسلان محمود نے فقہ العبادہ اور تجوید اور میں (شیر افگن) نے منتخب نصاب کی تدریس کی۔ پارٹ ٹو میں محترم رشید ارشد نے مکمل ریاض الصالحین کا مطالعہ کروایا۔ اس کے علاوہ مختلف مدرسین نے اضافی لیکچرز بھی دیے۔ شعبہ تحقیق اسلامی کے انچارج محترم حافظ عاطف وحید نے 'اسلام کا معاشی نظام' پر اٹھارہ لیکچرز دیے۔ ڈاکٹر ابصار احمد صاحب نے 'اسلام کی نشاۃ ثانیہ: کرنے کا اصل کام' کتابچے کی پانچ کلاسوں میں تدریس کروائی۔ امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے تصور اہل سنت والجماعۃ کے موضوع پر ایک لیکچر دیا۔ فیصل آباد سے ڈاکٹر عبدالسمیع تشریف لائے اور 'رب ہمارا'، 'اسلام اور سیکولرازم' کے موضوعات پر لیکچرز دیے۔ اس کے علاوہ ناظم تربیت تنظیم اسلامی خورشید انجم، مختار حسین فاروقی صاحب اور کراچی سے شجاع الدین شیخ صاحب نے بھی مختلف دینی موضوعات پر لیکچرز دیے۔

ایک سالہ کورس کے طالب علم فیاض قیوم جنہوں نے کورس میں پہلی پوزیشن حاصل کی، نے اپنے تاثرات میں کہا کہ ہم سب کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس کی توفیق سے ہم نے یہ دین کا علم حاصل کیا۔ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ کو ہمیں ہر وقت اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا چاہیے یہ انہی کی محنت کا فیض ہے جو ہم حاصل کر رہے ہیں۔ الحمدللہ ہمارا جذبہ تازہ ہے۔ میں ٹیکنالوجی کی فیلڈ سے تعلق رکھتا ہوں اس کے باوجود میں نے عربی گرامر میں سب سے زیادہ نمبر لیے ہیں۔ اس کا سارا کریڈٹ ہمارے عربی کے استاد آصف حمید صاحب کو جاتا ہے۔ میں اپنے اہل خانہ کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جن کے تعاون سے میں نے کورس مکمل کیا۔

پارٹ ون کے طالب علم عبدالرحمان نے کہا کہ اس کورس میں اساتذہ نے ہمیں مسلکی اور گروہی تعصبات سے پاک پلیٹ فارم مہیا کیا جس سے ہمیں دین کا فہم حاصل ہوا۔ اب ہمارے کندھے پر ایک بھاری ذمہ داری ہے۔ ہم نے اس ذمہ داری کو پورے خلوص کے ساتھ اور اللہ کو راضی کرنے کی نیت سے ادا کرنا ہے۔ اس کورس سے میرے اندر محاسبہ آخرت کا خوف پیدا ہوا۔ اللہ مجھے اس علم کو دوسروں تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔

پارٹ ٹو کے طالب علم منعم اویس نے کہا کہ یہ کورس ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کی اصل کاوش ہے۔ ہمارے لیے یہ اللہ کا بہت بڑا فضل اور بہت بڑی سعادت ہے۔ قلب و اعمال کے لیے علوم دین کا حصول بہت ضروری ہے۔ جو کچھ سیکھ کر ہم باہر جائیں گے تو ہمارے لیے ایک نیا امتحان شروع ہو جائے گا۔ قرآن حکیم کے انقلابی پیغام کو پھیلانا بہت بڑی ذمہ داری کا کام ہے۔ اب ہمیں ایک خیر خواہ، مربی اور قرآن کے خادم کی حیثیت سے زندگی گزارنی ہے اور اپنے اساتذہ کے لیے صدقہ جاریہ بننا ہے۔

اس کے بعد اسناد کی تقسیم کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ پارٹ ون میں فیاض قیوم نے پہلی پوزیشن جبکہ غلام سرور جاوید نے دوسری پوزیشن حاصل کی۔ پارٹ ٹو میں منعم اویس نے پہلی جبکہ فیضان صابر عباسی نے دوسری پوزیشن حاصل کی۔

صدر انجمن خدام القرآن ڈاکٹر ابصار احمد نے اپنے خطاب میں کہا کہ میں بھی اس کورس میں حدیث کے پیریڈ میں شریک ہوتا رہا ہوں۔ میرا تاثر یہ ہے کہ سب لوگ اساتذہ کو دلچسپی سے سنتے تھے۔ ہم دین کے اصیل اور ماثور تصورات کو سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں جو ہمارے پاس تواتر عملی سے آئے ہیں۔ اس وقت ہمارے معاشرے میں ہیومنزم اور سیکولرازم کی یلغار ہے جس کے تحت جمہور اور جمہوری تصورات کو اہمیت دی جا رہی ہے اور بدقسمتی سے ہمارے دینی لوگ بھی ان کو اہم سمجھتے ہیں حالانکہ اسلام اور مسلمانوں کے لیے سب سے اہم توحید اور حاکمیت الٰہی کا تصور ہے۔ اس کے تحت مسلمانوں کے لیے خلافت ہے نہ کہ جمہوریت۔ مرکزی انجمن خدام القرآن اور تنظیم اسلامی میں کوئی مغائرت نہیں ہے البتہ کام کے اعتبار سے بنیادی فرق ہے۔ انجمن تعلیم و تعلم اور علم کی نشرواشاعت کا کام کر رہی ہے جبکہ تنظیم اسلام کے احیاء کے لیے ایک تحریکی جدوجہد کر رہی ہے۔ ہمیں پاکستان میں بہت زیادہ کام کرنے کی ضرورت ہے۔ پہلے انفرادی حیثیت میں اپنی اصلاح کریں پھر اجتماعی کوشش کے لیے ایک جماعت کے اندر شامل ہوں۔ ہمیں اسلام اور ملت کے احیاء کے لیے کوشش کرنی چاہیے۔

پروگرام کے آخر میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ علم کی اہمیت قرآن و سنت میں بہت واضح ہے علم دین ایک بہت بڑا سمندر ہے۔ آپ کا علم دین کا یہ سفر یہاں ختم نہیں ہونا چاہیے۔ انسان ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے راستہ کھولتا چلا جاتا ہے۔ دنیوی تعلیم کا اصل ہدف معاش یا دنیا میں اونچا مقام حاصل کرنا ہوتا ہے اس کے لیے ہم لوگ اٹھارہ بیس سال صرف کرتے ہیں لیکن دین کا علم حاصل کرنے کا ہمارے ہاں رجحان ہی نہیں ہے بلکہ ہمارے پاس اس کے لیے وقت ہی نہیں ہے اور نہ ہی والدین ضرورت سمجھتے ہیں۔ ایک سالہ کورس والوں نے ابتدائی لیول تک دین کا علم حاصل کیا البتہ پارٹ ٹو کے طلبہ کو زیادہ سمجھ آیا ہوگا کہ یہ کتنا وسیع میدان ہے۔ اس کورس کا اہم ترین مضمون منتخب نصاب ہے جس سے فہم دین بلکہ دین کا جامع تصور حاصل ہوتا ہے۔ بہرحال اس علم دین کی انتہا یہ ہے کہ انسان کو معلوم ہو جائے کہ وہ آخرت کے حساب سے کہاں کھڑا ہے؟ ہم اس وقت دنیوی دار الامتحان میں ہیں۔ ہمارا اصل ہدف آخرت کی کامیابی ہونا چاہیے۔ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ ان کورسز سے فارغ ہونے والوں کو دو نصیحتیں کرتے تھے:

1۔ عربی کی کلاس شروع کریں اور خود پڑھائیں۔ اس سے آپ نے جو سیکھا ہے وہ نہ صرف محفوظ ہوگا بلکہ اس میں ترقی ہوگی۔

2۔ منتخب نصاب کے دروس کا اہتمام کریں تاکہ جو دینی تعلیمات آپ نے سیکھی ہیں وہ آپ کے اندر راسخ ہو جائیں۔

A Ramadan Day in the Life of a Muslim

The typical day in Ramadan starts earlier than most are used to. Muslims are to wake before dawn to partake in a predawn meal called *Suhoor*. The Prophet Muhammad *(SAAW)* said, "Partake in the predawn meal, for truly in the predawn meal there is blessing" *(Ref: Bukhari)*. It is a really early morning—or rather, the very end of the night. Although Muslims have running jokes about looking and feeling like zombies at this odd hour, they do their best to remove themselves from their beds to eat a super early breakfast. Not being able to consume a meal or sip a glass of water for another sixteen to seventeen hours is quite the motivation!

In all seriousness however, this time is the most precious of both the day and the night. Muslims believe Allah *(SWT)* is closest to us during these last moments of the night before dawn. After eating their *Suhoor*, many Muslims try to spend the time before dawn praying the *Tahajjud* prayer. The Prophet *(SAAW)* said, "God descends every night to the lowest heaven when one-third of the night remains and says: 'Who will call upon Me, that I may answer Him? Who will ask of Me, that I may give him? Who will seek My forgiveness, that I may forgive him?'" *(Ref: Bukhari)*. This last third of the night is the perfect time to turn to Allah *(SWT)*, pour our hearts out and ask Him *(SWT)* for whatever we need.

At the time of dawn, the first of the five daily prayers called *Fajr* becomes obligatory to perform before sunrise. After praying this, depending on the individual's schedule, they may sleep until they need to wake for school or work, or they may engage in Quran recitation. The remainder of the daylight hours consists of the regular activities one would experience outside of Ramadan (minus the food, drink and sexual activity), but with an added awareness that one is fasting for the sake of Allah *(SWT)*. Muslims need to pass on the refreshments offered at meetings and skip their morning coffee. Lunch at school can be challenging with the aroma of food surrounding a person as well as the questions about the missing meal. But the hunger pangs and thirst due to dehydration are a lot more meaningful and a lot more worth it when keeping the reason for fasting in mind.

Prior to sunset, Muslims scurry to get *Iftar* ready. This is the meal eaten when breaking the fast. The Prophet Muhammad *(SAAW)* used to break his fast with dates, so many Muslims do the same. The last moments of the fasting day are another time when supplication is highly encouraged, for it is said to be a time of acceptance. When the sun sets, Muslims break their fast and feel a sense of satisfaction and gratefulness. They made it through a fasting day!

At night, many Muslims opt to head to the mosque for the last obligatory prayer of the day as well as a special Ramadan prayer called *Taraweeh*. The underlying purpose of the *Taraweeh* prayer service is to finish the entire recitation of the Quran over the course of the month. Now replenished with their *Iftar*, Muslims find the energy to stand in prayer and listen to the recitation of the Holy Quran as well as meet fellow people in the community at the mosque.

Upon the completion of the prayer, it is time to head back home. Some may be able to squeeze in a couple of hours of sleep before the time of *Suhoor* comes in again. Others may engage in more worship or eat an early *Suhoor* and call it a night. Soon enough, another day of fasting will begin.

Fasting in Ramadan is definitely challenging, and Muslims learn to exhibit much self-control during the month. While it can be difficult, it is overflowing with opportunities for reward and the pleasure of Allah *(SWT)*. It is in this month that lives are changed. It is in this month that charity is generously given. It is in this month that many Muslims finally find the strength and motivation do what they have been wanting to do all year—refocus their lives on their faith.

Source: ***Adapted from an article written by Habeeba Husain (https://www.whyislam.org)***

Vol: 28 Regd. No. C.P.L NO.114 No.19

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore